1

صاحب توضیح کا تعارف

نام۔ عبداللہ بن مسعود بن دار الشریعہ محمود بن احمد ہے

ان کو صدر الشریعہ اصغر کہا جاتا ہے۔
اور ان کے پردادا احمد کو صدر الشریعہ اکبر کہا جاتا ہے۔

یہ اپنے وقت کے امام جامع المعقول و المنقول محدث۔ مفسر۔ نحوی۔ منطقی اور ہر فن مولا تھے۔

انہوں نے تحصیل علم اپنے جد امجد محمود بن احمد سے کیا اور اپنے وقت کے کئی بڑے علماء سے بھی۔

تصنیفات۔

i شرح وقایہ ii توضیح iii تنقیح
iv المقدمات الاربع v کتاب الشروط
vi کتاب السادرات۔

وصال۔

747ھ۔ میں آپ کا وصال ہوا۔ بخارا میں آپ کا مزار شریف ہے۔

کتاب کا تعارف۔

اس کے متن کا نام تنقیح الاصول۔
اور شرح کا نام۔ توضیح فی حل غوامض التنقیح
ہے

Scanned with CamScanner

سوال۔ اصول فقہ ترکیب کلام میں کیا بنتا ہے؟۔

جواب۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

I ھذہ اصول فقہ = ھذہ مبتداء اور اصول فقہ خبر۔

II اصول فقہ ماھی؟ ۔ اصول فقہ مبتداء ماھی اس کی خبر۔

سوال: اصول فقہ کی کتنی تعریفات ہیں؟۔

ج: اصول فقہ کی دو طرح سے تعریف کی جاتی ہے۔

I۔ حد اضافی۔ جس میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں کی علیحدہ علیحدہ تعریف ہو۔

II۔ حد لقبی۔ جس میں مخصوص علم کی لقب کے اعتبار سے تعریف کرنا ہو۔

سوال۔ اصل کی تعریف کریں نیز ابتناء کی اقسام مع امثلہ بیان کریں؟۔

ج۔ اصل۔ جس پر غیر کی بنیاد ہو۔ اس کی جمع اصول ہے۔

ابتناء کی دو قسمیں ہیں۔

I حسی۔ جیسے چھت کی بنیاد دیواروں پر۔

II عقلی۔ حکم کو دلیل پر مرتب کرنا۔ جیسے نماز فرض ہے یہ حکم۔ واقیموا الصلاۃ سے مرتب ہوا ہے۔

اور اصل کی یہ تعریف کرنا درست نہیں کہ ما یحتاج الیہ غیرہ۔ جیسے امام رازی نے یہ تعریف کی ہے کیونکہ یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔

سوال: تعریف کی کتنی اور کون سی اقسام ہیں نیز تعریف اسمی کی مراد واضح کریں؟۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ج۔ تعریف کی دو قسمیں ہیں۔ i حقیقی ii اسمی۔

i تعریف حقیقی۔ جیسے ماہیاتِ حقیقیہ کی تعریف کرنا۔ [ماہیاتِ حقیقیہ سے مراد جو چیز نفس الامر میں واقع ہو۔ جیسے۔ انسان۔ حیوان وغیرہ کی تعریف]

ii تعریف اسمی۔
جیسے ماہیاتِ اعتباریہ کی تعریف کرنا
[ماہیاتِ اعتباریہ سے مراد جو چیز عقل میں ہو جیسے فارض کا مفروض وغیرہ]۔
جیسا کہ کسی شئ کو چند امور کے اجزاء سے مرکب کرنا اور اس مرکب کے لیے کوئی اسم وضع کرنا (جیسے کلمہ۔ یہ مرکب ہے۔ لفظ وضع لمعنی مفرد۔ سے۔) ایسے ہی اصل۔ جنس۔ نوع وغیرہ بھی۔ چند اجزاء سے مرکب ہیں

تعریف اسمی کی مراد و مقصود۔

★ تعریف اسمی سے یہ مقصود ہے کہ اس اسم کو کس شئ کے لیے وضع کیا گیا ہے تاکہ یہ بیان ہو جائے۔

س۔ تعریف اسمی اور تعریف حقیقی میں کیا شرائط ہیں۔ نیز طرد اور عکس کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں نیز مثالوں سے وضاحت بھی کریں؟

ج۔ تعریف اسمی اور حقیقی میں سے ہر ایک کے لیے طرد اور عکس شرط ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

طرد:
طرد کا لغوی معنی ہے۔ دخول غیر سے مانع ہونا۔
اور اصطلاحی معنی ہے۔ ہر وہ چیز جس پر حد صادق آئے
اس پر محدود بھی صادق آئے۔

عکس:
عکس کا لغوی معنی۔ اپنے افراد کو جامع ہونا۔
اصطلاحی تعریف۔ ہر وہ چیز جس پر محدود صادق آئے
اس پر حد بھی صادق آئے۔

طرد کی مثال۔
جیسے انسان کی تعریف کرنا۔ مثلاً الانسان حیوان ناطق
اس میں انسان محدود اور حیوان ناطق حد ہے۔ یہ دونوں
زید۔ بکر۔ عمر۔ اور انسان کے تمام افراد پر صادق آتے
ہیں۔
اور انسان کی تعریف کرنا۔ حیوان ماشی۔
کے ساتھ تو یہ تعریف دخول غیر سے مانع
نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں فرس وغیرہ بھی انسان
کی تعریف میں داخل ہوں گے۔

عکس کی مثال۔
اور اگر یہ کہا جائے۔ انسان کی تعریف میں۔
حیوان کاتب بالفعل ہے۔ تو یہ تعریف اپنے افراد
کو جامع نہیں۔ کیونکہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں
جو بالفعل کاتب نہیں ہوتے تو وہ اس تعریف
سے نکل جائیں گے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

س: اصل کی تعریف کا تعلق تعریف کی کس قسم کے ساتھ ہے؟

ج: اصل کی تعریف کا تعلق تعریف کی قسم تعریف اسمی سے ہے۔ یعنی یہ بیان کرنا ہے کہ لفظ اصل کو کس شے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

س: امام رازی کی تعریف دخول غیر سے مانع کیوں نہیں وضاحت کریں؟

جواب:

امام رازی نے اصل کی جو یہ تعریف "ما یحتاج الیہ غیرہ" کی ہے یہ دخول غیر سے مانع نہیں۔ کیونکہ جو حد یہ صادق آ رہا ہے وہ محدود پر صادق نہیں آ رہا۔

مثال:

میز۔ یہ پانچ چیزوں کا محتاج ہے۔

علت فاعلیہ — بڑھئی۔
علت صوریہ — خاص صورت۔
علت غائیہ — مثلاً کتاب رکھنے کے لیے۔
علت مادیہ — لکڑی۔
شرط — آلات جن سے

جبکہ اصل (میز) کا اطلاق علت فاعلیہ علت صوریہ اور علت غائیہ اور شروط (یعنی آلات) پر نہیں ہوتا۔ بلکہ فقط علت مادیہ پر ہوتا ہے۔

بے شک یہ تعریف ان اشیاء پر تو صادق آ رہی ہے کیونکہ اس کی طرف محتاج ہے۔ اور محدود ان اشیاء پر صادق نہیں آ رہا۔ کیونکہ ان اشیاء کو علت مادیہ کے علاوہ اصل نہیں کہتے۔ تو اس تعریف سے کا رسمی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

ہوتا اور سرت نہیں جاتا

س۸۔ فقہ کی تعریف کریں۔ نیز عملاً اس تعریف میں ذکر کریں گے یا نہیں او معرفت کی تعریف کریں؟۔

جواب۔

فقہ۔ نفس کی معرفت کرنا جو اس کے لیے فائدہ مند ہو (عملاً) اور جو اس کے لیے نقصان دہ ہو۔

زیادتی عملاً۔

عملاً کو تعریف میں ذکر کریں گے تاکہ اعتقادات جیسے علم الکلام اور وجدانیات جیسے تصوف اس تعریف سے نکل جائے۔

بہرحال جنہوں نے عملاً کی زیادتی نہیں کی جیسے امام اعظم رحمہ اللہ ان کے نزدیک اعتقادات اور وجدانیات فقہ میں شامل ہیں۔

معرفت۔

جزئیات کو جاننا دلیل کے ساتھ۔ پس اس سے تقلید نکل جائے گی۔

س۹۔ ما لہما اور ما علیہما میں پہلا احتمال کیا ہے دلیل بھی دیں۔ اور پہلے احتمال میں پہلا احتمال کون سا ہے؟ اور مکلف جن چیزوں کو بجا لاتا ہے ان کی کتنی صورتیں ہیں اور پہلے احتمال میں کتنی چیزیں داخل ہیں اور کتنی چیزیں واسطہ ہیں؟۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ما لہا و ما علیہا میں احتمال اول:۔

ما لہا سے مراد حسن سے نفع حاصل کیا جائے۔

ما علیہا سے مراد حسن جو نقصان دہ ہو۔

دلیل۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ [لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت]

ما یتنقع بہ اور ما یتضرر بہ کا احتمال اول۔

ان دونوں سے مراد۔ ثواب اور عقاب ہے۔

مکلف کی بجا آوری کی صورتیں۔

مکلف کی بجا آوری کی 12 صورتیں ہیں۔

کرتا ہے:۔	نہیں کرتا۔
واجب	ترک واجب۔
مندوب	ترک مندوب
مباح	ترک مباح
مکروہ تنزیہہ	ترک مکروہ تنزیہہ
مکروہ تحریمی۔	ترک مکروہ تحریمی
حرام۔	ترک حرام۔

جس پر ثواب ملتا ہے۔

واجب۔ مندوب۔

جس پر عقاب ہوتا ہے۔

حرام۔ مکروہ تحریمی۔ ترک واجب۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

واسط میں آنے والی چیزیں۔
ترک مندوب - مکروہ تنزیہی - ترک مکروہ تنزیہی
مباح - ترک مباح - ترک مکروہ تحریمی
ترک حرام -

سوال: ما ینتفع بہ اور ما یتضرر بہ میں دوسرا احتمال اور بارہ اقسام میں سے کون سی قسم کس کے تحت آتی ہے۔ اور کون سی واسط میں آتی ہے؟

جواب: دوسرا احتمال یہ ہے کہ ما ینتفع بہ سے مراد عدم عقاب اور ما یتضرر بہ سے مراد عقاب

عقاب کے تحت۔
مکروہ تحریمی کا کرنا، حرام کا کرنا، اور ترک واجب

عدم عقاب کے تحت۔
1 واجب کا کرنا 2 مندوب کا کرنا 3 مندوب کا نہ کرنا
4 مباح کا کرنا 5 مباح کا نہ کرنا 6 مکروہ تنزیہی کا کرنا
7 مکروہ تنزیہی کا نہ کرنا 8 حرام کا نہ کرنا 9 ترک مکروہ تحریمی
اس قسم میں واسط میں کوئی قسم نہیں آئی۔

سوال: ما ینتفع بہ اور ما یتضرر بہ میں تیسرا احتمال اور بارہ اقسام میں سے کون سی قسم کس کے تحت آتی ہے۔ اور کون سی واسط کے تحت آتی ہے؟

جواب: تیسرا احتمال یہ ہے کہ ینتفع سے مراد ثواب۔ اور یتضرر سے مراد عدم ثواب

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

ثواب کے تحت۔

واجب کا کرنا، مندوب کا کرنا۔

عدم ثواب کے تحت۔

باقی دس عدم ثواب کے تحت آئیں گے۔

1 ترک واجب 2 ترک مندوب 3 مباح 4 ترک مباح 5 مکروہ تنزیہی 6 ترک مکروہ تنزیہی 7 مکروہ تحریمی 8 ترک مکروہ تحریمی 9 حرام 10 ترک حرام۔

سوال 5- مالھا وما علیھا میں دوسرا احتمال اور بارہ اقسام میں سے کون کس کے تحت آتی ہے بیان فرمائیں؟

جواب۔ اس سے دوسرا احتمال یہ ہے کہ مالھا سے مراد جو اس کے لیے جائز ہے اور ما علیھا سے مراد جو اس پر واجب ہے۔

مایجوز کے تحت۔

مایجوز لھا کے۔ 1 فعل مندوب 2 ترک مندوب 3 فعل مباح 4 ترک مباح 5 فعل مکروہ تنزیہی 6 ترک مکروہ تنزیہی۔

مایجب علیھا کے تحت۔

1 ترک حرام 2 ترک مکروہ تحریمی 3 فعل واجب

واسطہ میں۔

فعل حرام 2 فعل مکروہ تحریمی 3 ترک واجب

سوال 6- مالھا وما علیھا کا تیسرا احتمال اور بارہ اقسام میں سے کون سی کس کے تحت آتی ہے بیان کریں؟

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جواب۔ مالھا سے تیسرا احتمال ۔ ما یجوز لھا ہے اور ما علیھا سے
مراد ۔ ما یحرم علیھا ہے۔

ما یجوز لھا کے تحت۔

فعل واجب ۔ فعل مندوب ۔ ترک مندوب ۔ فعل مباح
ترک مباح ۔ فعل مکروہ تنزیہی ۔ ترک مکروہ تنزیہی
ترک مکروہ تحریمی ۔ ترک حرام ۔

ما یحرم علیھا۔

فعل حرام ۔ فعل مکروہ تحریمی ۔ ترک واجب ۔

سوال: مالھا و ما علیھا کو کس معنی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے؟

جواب۔ اس قسم پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے جس کی دونوں قسموں کے درمیان واسطہ نہ ہو۔
ما ینفعھا و ما یضرھا کے دوسرے اور تیسرے احتمال پر اور مالھا و ما علیھا کے دوسرے احتمال پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔

سوال: مالھا اور ما علیھا کس کس کو شامل ہیں اور ان کا کیا نام ہے تحریر کریں؟

جواب۔ مالھا اور ما علیھا اعتقادات کو شامل ہیں جیسے وجوب ایمان اور وجدانیات کو شامل ہیں جیسے: اخلاق باطنیہ اور نفسانی ملکہ اور عملیات کو بھی شامل ہے جیسے نماز ۔ روزہ ۔ بیع و شراء وغیرہ ۔
اعتقادات سے مراد ۔ علم الکلام ہے ۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

ما لہا اور ما علیہا کی معرفت وجدانیات ہے یہ علم الاخلاق و علم التصوف ہے۔ جیسے زہد۔ صبر۔ رضا میں حضور قلب وغیرہ۔

اور ما لہا و ما علیہا عملیات کی معرفت اس سے مراد فقہ اصطلاحی ہے۔

اگر عملاً کی قید کی زیادتی کریں گے تو کس سے احتراز ہوگا اور اگر نہیں کریں گے تو کس کا شمول ہوگا۔ نیز امام صاحب نے عملا کی قید کی زیادتی کیوں نہیں کی؟۔

اگر ما لہا و ما علیہا سے مراد فقہ اصطلاحی ہو تو اس صورت میں عملاً کی زیادتی ہوگی اور عملاً کی زیادتی سے اعتقادات اور وجدانیات نکل جائیں گے۔

اور اگر ما لہا و ما علیہا سے مراد تینوں قسمیں ہوں تو عملاً کی زیادتی نہیں ہوگی۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عملاً کی زیادتی نہیں کی انہوں نے ما لہا و ما علیہا سے مطلق فقہ مراد لی ہے۔ برابر ہے کہ وہ اعتقادات کے بارے میں ہو یا وجدانیات کے بارے میں یا عملیات کے بارے میں ہو۔ اسی وجہ سے انہوں نے کلام کا نام فقہ اکبر رکھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سوال: فقہ کی تعریف ثانی جو کہ شوافع سے منقول ہے بیان کریں۔ تعریف میں موجود لفظ حکم سے کتنے اور کون سے احتمال ہیں نیز اول معنی مراد لینے سے کس کس سے احتراز ہو گا اور کون داخل ہو گا؟

جواب: **تعریف۔**

احکام شرعیہ عملیہ کو تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننا فقہ کہلاتا ہے۔

حکم میں احتمالات۔

چونکہ تعریف میں لفظ علم جنس ہے اور باقی تمام فصل ہیں۔ تو حکم بھی فصل ہے پھر کے دو احتمالات ہیں۔

(۱) اس سے مراد ایک امر کی نسبت دوسرے امر کی طرف کرنا وہ ایجابی ہو یا سلبی۔

(۲) یا اس سے مراد حکم اصطلاحی ہے۔ وہ ہے [illegible] اللہ تعالیٰ کا خطاب جو مکلفین کے افعال کے متعلق ہے برابر ہے خواہ وہ اقتضاءً ہوں یا تخییراً۔

حکم سے اول معنی مراد لینے سے؟

اگر حکم سے اول معنی مراد لیں تو تعریف سے ذوات اور صفات نکل جائیں گی جن کا تعلق احکام کے ساتھ نہیں۔ یعنی تصورات نکل جائیں گے تصدیقات باقی رہ جائیں گے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

س18۔ حکم کے دوسرے معنی کے اعتبار سے کتنی اور کون سی اقسام ہیں۔ نیز اس سے کس سے احتراز لازم آئے گا؟

جواب۔ معنی ثانی حکم سے۔

اگر فقہ کی تعریف میں حکم سے دوسرا معنی مراد لیں تو اس صورت میں اللہ کا خطاب جو مکلفین کے افعال کے متعلق ہے اس کے علاوہ تمام صورتیں نکل جائیں گی۔

اقسام۔

اس اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں

I شرعی۔ اللہ کا خطاب ان کے بارے میں جو شرع پر موقوف ہیں۔

II غیر شرعی۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب ان کے بارے میں جو شرع پر موقوف نہیں۔ جیسے اللہ پر ایمان کا واجب ہونا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا واجب ہونا۔ یہ وہ ہیں جو شرع پر موقوف نہیں ہیں کیونکہ شرع ان پر موقوف ہے۔

س19 احکام شرعی کون سے ہیں؟ نیز۔ شرعیہ۔ عملیہ المکتسب اور تفصیلیہ ان قیودات کے فوائد تحریر کریں۔

احکام شرعیہ دو طرح کے ہیں نظریہ اور عملیہ۔

عملیہ کی قید۔

فقہ کی تعریف میں علمیہ کی قید سے احکام شرعیہ نظریہ سے احتراز لازم آئے گا۔ جیسے اس بات کا علم کہ بے شک اجماع حجت ہے۔

ادلتہا۔

وہ علم جو حاصل ہو اس شخص کو جو اس علم کے ساتھ موصوف ہو اس کے ادلہ مخصوصہ کے ساتھ اور یہ ادلہ۔ ادلہ اربعہ ہیں۔ اس قید سے تقلید نکل جائے گی۔ اگرچہ مجتہد و مفتی کا قول اس کے لیے دلیل ہے لیکن ان ادلہ مخصوصہ سے نہیں ہے۔

تفصیلیہ۔

تفصیلیہ کی قید سے اجمالی دلائل نکل جائے گی۔ جیسے۔ تر ضی کرنے والا اور نہی کرنے والا۔

شرعیہ۔

شرعیہ کی قید سے احکام عقلیہ و حسیہ نکل جائیں گے۔ جیسے عالم حادث ہے۔ اور آگ جلانے والی ہے۔

ابن حاجب نے فقہ کی تعریف میں استدلال کی زیادتی کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ زیادتی تکرار ہے۔

س۔ حکم کی تعریف کریں اور تعریف میں موجود قیودات کے فوائد تفصیلاً بیان کریں؟

جواب۔ مصنف نے شوافع سے منقول تعریف کو ذکر کیا جو کہ احکام شرعیہ کے علم کے بیان فقہ کی تعریف کی گئی ہے تو ضروری ہے حکم اور شرعیہ کی تعریف کو جانا۔

حکم۔
خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب کہ جو مکلفین کے افعال کے متعلق ہو بطور طلب یا بطور تخییر

فوائد۔
یہ تعریف ابوالحسن اشعری سے یا امام غزالی سے منقول ہے۔
خطاب اللہ یہ جنس ہے۔ تمام خطابات کو شامل ہے۔

المتعلق بافعال المکلفین۔
اس سے جن کا تعلق مکلفین کے افعال سے نہیں وہ نکل جائیں گے جیسے قدورہ۔ امثال: وہ آیات جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ہیں۔ جیسے [لا الہ الا ھو] تو اب تعریف میں [واللہ خلقکم وما تعملون] باقی ہے حالانکہ یہ حکم نہیں۔

الاقتضاء۔
اس قید سے یہ بھی نکل گئی (یعنی [واللہ خلقکم وما تعملون])۔ اقتضاء کا مطلب ہے طلب کرنا۔
طلب کی دو اقسام ہیں۔ i طلب فعل ii طلب ترک
طلب فعل کی مزید دو قسمیں ہیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

I جازمہ - جیسے - ایجاب - یعنی کسی چیز کا فرض ہونا -

II غیر جازمہ - جیسے - مندوب -

اور اسی طرح ترک کی بھی دو قسمیں ہیں -

I جازمہ - جیسے حرام

II غیر جازمہ - جیسے مکروہ تنزیہی -

التخییر -

یعنی اباحت - [یعنی اس سے مراد یہ ہے جو چیزیں مباح ہیں وہ بھی حکم کے تحت داخل ہو جائیں گی] -

سوال - جن حضرات نے اوالوضع کی قید کا اضافہ کیا اور جنہوں نے نہیں کیا وجہ بیان کریں - اور کن کا موقف درست ہے دلیل سے بیان کریں

جواب - جن حضرات نے اوالوضع کی قید کا اضافہ کیا ہے وہ اس وجہ سے ہے تاکہ حکم بالسببیت اور حکم بالشرطیہ وغیرہ اس میں داخل ہو جائیں -

دلیل -

بے شک خطابات شرعیہ کی دو قسمیں ہیں I **تکلیفی**

وہ یہ ہیں کہ جن کا تعلق مکلفین کے افعال کے ساتھ ہو طلب کے طور پر اور اختیار کے طور پر

II **وضعی** -

وضعی اس کو کہتے ہیں جس میں خطاب ہو کہ بے شک یہ اس کا سبب ہے یا اس کی شرط ہے -

جیسے - زوال آفتاب ظہر کے لیے سبب ہے -

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اور طہارت نماز کے لیے شرط ہے۔
پس جب تکلیفی کی عدد کو ذکر کیا تو ضروری ہے
وضعی کو بھی ذکر کرنا۔

جن حضرات نے اوالوضع کی قید نہیں لگائی۔

جن حضرات نے وضعی کی عدد کو ذکر نہیں
کیا کیونکہ ان کے نزدیک بالشک وضعی۔ اقتضاء
اور تخییر میں داخل ہے۔ اس لیے کہ بالشک
زوال آفتاب کا پایا جانا سبب ہے نماز کے لیے وہ اس
معنی کے ساتھ ہے کہ جب زوال آفتاب پایا جائے
گا تو نماز واجب ہو جائے گی۔ اور وجوب یہ
اقتضاء کے باب سے ہے۔

درست موقف۔

بے شک ہمارا موقف درست ہے۔

دلیل۔

بے شک حکم وضعی کا مفہوم ایک شئی کا دوسری
شئی کے ساتھ تعلق ہونا ہے۔
جبکہ حکم تکلیفی کا مفہوم ایسا نہیں ہے۔
اور ان میں سے ایک کا دوسری کے ساتھ کسی
ایک صورت میں لازم ہونا ان دونوں کے متحد
ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔
[یعنی ان دونوں کے درمیان نسبت تساوی نہیں ہے
بلکہ نسبت عموم خصوص من وجہ ہے۔ جس میں ایک
معنیٰ افتراقی اور دو اجتماعی ہیں]

سوال: فقہا حکم کا اطلاق کس معنی پر اور کس طریقے پر کرتے ہیں بیان کریں؟ نیز حکم کا لغوی معنی بیان کریں؟

جواب: حکم کی تعریف خطاب اللہ تعالیٰ ہے یہ بعض متاخرین جو کہ امام ابو الحسن الاشعری کے پیروکار ہیں ان کے نزدیک ہے۔ تو جب یہ حکم کی اصطلاحی تعریف ہوئی تو حکم کی لغوی تعریف اسناد امر الی امر آخر ہوگی۔

فقہا کا حکم پر اطلاق۔

فقہا حکم کا اطلاق اس پر کرتے ہیں جو خطاب سے ثابت ہوتا ہے جیسے وجوب۔ حرمت وغیرہ اور یہ اطلاق کرنا مجاز ہوتا ہے جیسے اسم مصدر کا اطلاق مفعول پر جیسے خلق کا اطلاق مخلوق پر [ایسے ہی] خطاب کا اطلاق جو خطاب کیا گیا ہے اس پر ہے۔ پھر جب حکم اس معنی میں استعمال ہونے لگا تو وہ منقول اصطلاحی ہو گیا اور منقول اصطلاحی ہی حقیقت اصطلاحیہ ہے۔

سوال: حکم کی تعریف خطاب اللہ تعالیٰ۔ پر وارد ہونے والا پہلا اعتراض ذکر کریں؟

جواب: اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ آپ نے جو حکم کی تعریف کی ہے خطاب اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ درست نہیں کیونکہ حکم اصطلاحی وہ ہے جو خطاب کے ذریعے ثابت ہو نہ کہ خود خطاب ہے۔ تو فقہاء کے نزدیک حکم اصطلاحی کی تعریف جو ذکر کی گئی ہے وہ نہیں ہوگی۔ اور وہ جو فقہاء کی تعریف ہے وہ مقصود ہے یہاں؟

☆ پہلا فقط اعتراض ہوا ہے۔ اس کا جواب نہیں دیا۔

سوال: حکم کی تعریف پر وارد ہونے والا دوسرا اور تیسرا اعتراض مع جواب اور مصنف کی عبارت الّا أن یقال کی وضاحت کریں؟

جواب۔ اعتراض - 2۔

آپ نے جو حکم کی تعریف کی ہے خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین ۔۔۔ یہ اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ بچوں کے فعل کے ساتھ جو متعلق ہے وہ اس تعریف سے نکل جائے گا جیسے بیع کا جائز ہونا اور اسلام اور نماز کا صحیح ہونا اور نماز کا مستحب ہونا بے شک یہ مکلفین کے افعال کے متعلق نہیں باوجود اس کے یہ حکم ہے (یعنی محدود تو صادق آ رہا ہے لیکن حد صادق نہیں آ رہی)۔

اور اگر کوئی اس پر یہ کہے کہ یہ حکم ولی کے فعل کے ساتھ تعلق ہونے کے اعتبار سے ہے اور ولی مکلف ہے۔

جواب - تو ہم یہ کہیں گے اسلام اور نماز کا تعلق ولی کے ساتھ درست نہیں ہے بہرحال ان دونوں کے علاوہ جیسے (بیع وغیرہ) بے شک اس کے مال اور ذمہ کے ساتھ حق غیر کا تعلق ہوتا ہے ایک حکم شرعی ہے جو ولی کا ادا کرنا یہ دوسرا حکم ہے یہ حکم اول پر مرتب ہے نہ کہ بعینہ اول حکم ہے۔

جواب۔

مصنف فرماتے ہیں اعتراض درست ہے تو ضروری تھا کہ افعال المکلفین کی جگہ افعال العباد لکھتے تاکہ اعتراض وارد نہ ہوتا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اعتراض 3:

حکم کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ خطاب اللہ کہا (جو حکم قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ نکل جائے گا؟ حالانکہ یہ بھی حکم ہی ہے؟

جواب:

حکم کی یہ تعریف اپنے افراد کو جامع ہے کیونکہ بے شک قیاس اس حکم کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے جو مقیس علیہ میں ثابت ہوتا ہے اور قیاس حکم کو ثابت کرنے والا نہیں ہوتا۔

الا ان یقال کی وضاحت:

مصدر کی دو قسمیں ہیں (1) صریح (2) مؤول۔ جیسے ضرب۔ (2) ان یضرب۔

اور مصدر کبھی ظرف واقع ہوتا ہے۔ جیسے اتیتک طلوع الشمس۔ یعنی وقت طلوع تھا۔ اور مصنف کا یہ قول الا ان یقال۔ اسی باب سے ہے۔

اور یہ استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) ہے۔ یہ مخرج منہ ما ثبت بالقیاس ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حکم کی تعریف سے جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ نکل جائے گا یعنی جمیع اوقات میں مگر اشکال کے جواب میں اس کے قول کے وقت۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سوال: حکم کی تعریف میں ہونے والے چوتھے اور پانچویں اعتراضات مع جوابات تحریر کریں؟

جواب: اعتراض 4۔

آپ کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان اور ناقابلِ اعتبار اس تعریف سے نکل رہے ہیں باوجود اس کے کہ یہ حکم ہیں۔ اور ایمان سے مراد تصدیق ہے اور تصدیق واجب ہے۔ یہ حکم ہے جبکہ افعال میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ حکم کی تعریف میں جو افعال مذکور ہیں ان سے مراد افعال جوارح ہیں۔ اور اسی طرح اعتقاد یعنی عقائد میں جو واجب ہے اور یہ حکم ہے جبکہ افعال جوارح میں سے نہیں ہے۔

نوٹ: اس کا جواب پانچویں اعتراض کے جواب کے تحت آئے گا۔

اعتراض 5۔

بے شک فقہ کی تعریف میں کہا گیا علم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ۔ اور حکم کی تعریف میں کہا خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین تو عملیۃ اور افعال المکلفین سے تعریف میں تکرار لازم آتا ہے۔ اور جس تعریف میں تکرار ہو تو وہ درست نہیں ہوتی لہٰذا آپ کی تعریف درست نہیں ہے۔

جواب: آپ کا اعتراض کرنا درست نہیں کیونکہ بے شک افعال سے مراد عام ہے برابر

خواہ وہ افعال جوارح ہوں یا افعال قلب۔ اور عملیہ سے مراد جو افعال جوارح کے ساتھ خاص ہیں وہ مراد نہیں تو اس سے ذکر کردہ اعتراض دور ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۲ کا جواب۔

مصنف نے جو افعال کو ذکر کیا ہے اس سے مراد عام ہے برابر ہے خواہ وہ فعل جوارح ہو یا فعل قلب تو اب حکم کی تعریف سے امنوا اور اعتقدوا نہیں نکلیں گے کیونکہ یہ افعال قلب میں سے ہیں۔

سوال: شرعیہ کی تعریف بیان کریں؟

الجواب: شرعیہ اسے کہتے ہیں جس کا ادراک نہ کیا جا سکتا ہو اگر شارع کا خطاب نہ ہوتا۔

وضاحت: برابر ہے خواہ خطاب عین حکم پر وارد ہوا ہو یا وارد ہوا ایسی صورت پر جو محتاج ہو اس حکم کی طرف۔ جیسے مسائل قیاسیہ۔ کیونکہ اگر شارع کا خطاب مقیس علیہ میں نہ وارد ہوتا تو مقیس میں حکم کا ادراک نہ ہوتا۔

سوال: ہر شئی کا اچھا یا برا ہونا یہ عقلی ہے یا شرعی اختلاف ائمہ لکھیں نیز راجح مؤقف تحریر کریں؟

جواب۔ ہمارے نزدیک اور جمہور معتزلہ کے نزدیک بعض افعال کا اچھا یا برا ہونا ان کا ادراک عقلی ہے۔ اور ان میں سے بعض شارع کے خطاب پر موقوف ہیں۔ اول یعنی جو عقلی ہیں یہ فقہ سے نہیں بلکہ یہ علم اخلاق

ہے۔ اور ثانی یعنی جو خطاب الشارع پر موقوف ہے وہ فقہ ہے۔
اس مذہب پر فقہ کی تعریف جامع اور مانع ہوگی
اور امام اشعری اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک
ہر شئی کا حسن ہونا یا قبیح ہونا یہ شرعی ہے۔ تو یہ دونوں
یعنی اول اور ثانی فقہ سے ہیں۔

راجح موقف۔

راجح موقف ہمارا اور جمہور معتزلہ کا ہے۔ کیونکہ تواضع
اور سخاوت کا حسن ہونا اور ان کی اضداد یعنی۔ تکبر اور کنجوسی
کا قبیح ہونا ان کو فقہ اصطلاحی میں شمار نہیں کیا جاتا
تو اگر دوسری صورت مراد لیں تو یہ فقہ اصطلاحی میں
داخل ہوں گے جبکہ یہ اس میں سے نہیں۔ تو یہ تعریف
فقہ اصطلاحی کی درست نہ ہوگی جو اشعریہ کے مذہب کے
نزدیک ہے۔ جبکہ ہمارے اور بعض معتزلہ والی درست ہوگی۔

س ۴: محصول میں امام رازی نے فقہ اصطلاحی کی تعریف میں [التی لا یعلم کونہا من الدین ضرورۃ] کی زیادتی کی ہے ایسا کیوں کیا نیز مصنف نے جو ان کا رد کیا ہے وہ بیان کریں؟

جواب: امام رازی نے جو محصول میں فقہ کی تعریف میں اضافہ
کیا ہے وہ اس وجہ سے ہے تاکہ فقہ کی تعریف سے
نماز اور روزہ اور ان کی مثل نکل جائیں۔ کیونکہ اگر نہیں
نکالیں گے تو ہر وہ شخص جو ان کے وجوب کے بارے
میں جانتا ہے اس کا فقیہ ہونا لازم آئے گا۔
جبکہ ایسا نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

مشغف کا رد۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ اگر ان کو ہم نکالیں اگر تو پھر وہ شخص جس کو نماز روزے کے وجوب کا علم ہے اس کا فقیہ ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ فقہ کی تعریف میں احکام سے مراد بعض احکام ہیں اگرچہ کم ہوں۔ بالشک کسی شخص کا سو مسائل کو جاننا دلیل کے ساتھ برابر ہے کہ وہ جانتا ہو کہ وہ مسائل دین سے ضروری طور پر نہیں یا نہ جانتا ہو جیسے کتاب الرھن کے نادر مسائل تو اسے فقیہ نہیں کہیں گے۔ پس تو جان کے بے شک فقط صوم و صلاۃ کے وجوب کے بارے میں جاننے والے کو فقیہ نہیں کہا جائے گا جیسے سو عربی مسائل کو جاننے والے کو نحوی نہیں کہا جا سکتا۔ تو بس اس وجہ سے تعریف میں اضافہ کرنا غیر فاسد ہے۔

س: احکام سے کتنے احکام مراد ہیں یعنی کل بعض وغیرہ تمام احتمالات بیان کریں؟

جواب (۱) احکام سے مراد کل احکام نہیں کیونکہ معاملات غیر متناہی ہیں۔ اور نہ ہی تمام احکام کو جمع کرنے کا کوئی ضابطہ ہے۔

(۲) اور نہ ہی احکام سے مراد کل واحد یعنی کل انفرادی مراد ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے فقہاء میں لا ادری کے ثبوت کی وجہ سے۔

(۳) اور نہ ہی بعض احکام مراد ہیں کل کی طرف مطلق نسبت کرتے ہوئے۔ یا دو تہائی بھی مراد نہیں لے سکتے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کیونکہ کل کے مجہول ہونے کی وجہ سے۔

IV اور احکام سے تمام احکام کی صلاحیت بھی مراد نہیں۔ کیونکہ اگر اس سے صلاحیت بعید یعنی بالقوہ صلاحیت کا ہونا مراد لیں تو کچھ غیر فقیہی کا فقیہی ہونا لازم آئے گا۔ اور اگر صلاحیت قریب یعنی بالفعل مراد لیں تو مجہول ہے بغیر قاعدہ قانون کے۔

V اور نہ ہی اس سے مراد ہر ایک حکم کے اجتہاد کا علم ہونا ہے۔ کیونکہ علماء مجتہدین کو بعض احکام کا علم حاصل نہیں ہوا اپنی تمام زندگی میں۔ جیسے امام اعظم رحمہ اللہ دہر کی مقدار کو نہ جان سکے۔ اور اجتہاد میں خطا ہونے کی وجہ سے اور بعض معاملات کے حکم میں اجتہاد کی گنجائش تک نہیں ہوتی۔

VI اور مناسب نہیں کہ علم سے مخصوص صلاحیت مراد لی جائے کیونکہ اصلاً یہ لفظ کی صلاحیت دلالت نہیں پائی جارہی۔

پس ان تمام کو جاننے کے بعد ضروری ہے کہ فقہ مضبوط کا تعلق ہو احکام شرعیہ عملیہ کا ہو

س: صاحب توضیح کی فقہ کی تعریف اور وضاحت لکھیں؟

جواب۔ تعریف۔

فقہ علم ہے تمام احکام شرعیہ عملیہ کا جن کے بارے میں وحی ~~[illegible]~~ کا نزول ظاہر ہو چکا

اور جن کے بارے میں اپنے ادلہ کے ساتھ اجماع منعقد ہو گیا
باوجود اس کے کہ استنباطِ صحیح کا ملکہ بھی ہو۔

وضاحت

معتبر ہے کیونکہ فقیہ جان لیے تمام اوقات میں ان تمام احکام
جن کے بارے میں وحی کا نزول ظاہر ہو چکا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم
فقیہ تھے اس وقت میں بھی جس کے بعد بعض احکام
کا نزول ہوا۔ پھر جن احکام کے بارے میں وحی
کا نزول ظاہر نہیں ہوا تو فقیہ بھی ان کے بارے میں نہیں
جانتا اور صحابہ ان کے عنزلی ہونے کی وجہ وہ ان احکام
کے عالم تھے جن کو ذکر کیا گیا ہے۔ صحابہ میں سے فقیہ نہیں
تھے مگر وہ جو استنباط کرنے والے تھے۔ اور مسائل اجماعیہ
کا علم ہونا شرط ہے مگر حضور علیہ السلام کے زمانے میں نہیں
کیونکہ اس زمانے میں اجماع کے نہ پائے جانے کی وجہ
سے

سوال: فقہ کے اندر مسائل قیاسیہ کو جاننا شرط ہے کیا؟

جواب: فقہ کے اندر مسائل قیاسیہ کو جاننا شرط نہیں کیونکہ اگر
جاننا شرط ہو تو دور لازم آئے گا۔ [کیونکہ فقہ موقوف علیہ
ہے جبکہ قیاس موقوف ہے] تو اگر فقہ کو شرط مانیں تو ایک
ہی چیز کا موقوف علیہ اور موقوف ہونا لازم آئے گا جو کہ دور ہے
بلکہ فقہ میں استنباطِ صحیح کا ملکہ ہونا شرط ہے۔ اور
یہ استنباطِ صحیح کا ملکہ اپنی شرائط کے ساتھ ملا
ہوا ہے۔

اعتراض۔

فقہ ظنی ہے جبکہ علم قطعی ہے تو تعریف میں قطعی کا اطلاق ظنی پر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب۔ اس اعتراض کا تین طرح سے جواب دیا گیا ہے۔

جواب۱۔ بے شک فقہ قطعی ہے جیسے تعریف میں ذکر کیا ہے فقہ وہ ہے جس کے بارے میں وحی کا نزول ظاہر کیا ہو۔ اور جس پر اجماع منعقد ہو چکا ہو تو یہ قطعی ہے۔ تو قطعی کا ظنی پر اطلاق درست ہے۔

جواب۲۔ بے شک علم کا اطلاق ظنیات پر بھی ہوتا ہے جیسے علم کا اطلاق قطعیات پر ہوتا ہے جیسے علم طب وغیرہ۔

جواب۳۔ بے شک شارع علیہ السلام نے احکام میں جب غلبہ ظن کا اعتبار کیا تو یہ ایسا ہو گیا گویا کہ یوں کہا۔ جب کسی حکم کے بارے میں مجتہد کا ظن غالب ہو تو حکم ثابت ہو جاتا ہے تو جب مجتہد کا ظن غالب ہو پایا جائے تو حکم کا ثبوت قطعی طور پر ہوتا ہے۔ اور ظن اس کے طریقے پر ہو گا۔

یہ جواب ان کے لیے کہ جو کہتے ہیں مجتہد مصیب اور صحیح ہوتا ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک ہم یہ نہیں کہتے تو اس قول سے ہماری مراد یہ ہے کہ جب جب مجتہد کا ظن غالب ہو گا تو حکم ثابت ہو جائے گا اس اعتبار سے کہ اس پر عمل واجب ہو گا۔ یا حکم ثابت ہو گا دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے۔ اگرچہ اللہ کے علم

میں ثابت نہ ہو۔

س 33۔ اصول فقہ کتنے اور کون کون سے ہیں اصل کون ہے اور فرع کون ہے؟۔

جواب: اصول فقہ چار ہیں۔

(1) کتاب اللہ (2) سنت رسول اللہ (3) اجماع (4) قیاس۔

جب مصنف نے ذکر کیا کہ اصول فقہ وہ ہے جس پر فقہ کی بنا ہو تو مصنف نے ارادہ کیا اس کو بیان کریں جس پر فقہ کی بنیاد ہے تو فرمایا یہ وہ چار ہیں تو ان میں سے پہلے تین مطلقاً اصول ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک حکم کو ثابت کرنے والا ہے۔

اور قیاس من وجہ حکم کی طرف نسبت کرتے ہوئے اصل ہے اور من وجہ پہلے تین کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرع ہے۔ ~~بہرحال~~ فرع اس وجہ سے ہے کیونکہ قیاس میں جو علت ہے یہ علت کو وارد ہونے والی جگہ سے مستنبط ہے (یعنی ادلہ اربعہ) تو لہٰذا قیاس سے ثابت ہونے والا حکم ان ادلہ سے ثابت ہوگا اور اس وجہ سے بھی فرع ہے کیونکہ قیاس حکم کو ثابت کرنے والا نہیں بلکہ حکم کو ظاہر کرنے والا ہے۔

س 34۔ کتاب اللہ، سنت، اجماع سے مستنبط قیاس کی مثالیں تحریر کریں؟۔

جواب:

کتاب اللہ سے مثال۔

جیسے عورت سے لواطت کی حرمت بحالت حیض میں وطی کی حرمت پر قیاس کیا ہوا ہے۔ جو

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہے۔
ترجمہ۔ فرمادیجیے یہ گندگی ہے تم عورتوں سے حالتِ حیض
میں دور رہو۔
ان دونوں میں جو علت مشترکہ ہے وہ گندگی ہے۔
جس کی وجہ سے لواطت بھی حرام ہے۔
سنت سے مثال۔
جیسے چیز کا ایک قفیز دو قفیز کے بدلہ میں
لینا حرام ہے گندم کے ایک قفیز کے بدلے میں
دو قفیز لینے کے حرام ہونے پر قیاس کرتے ہوئے
کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔
ترجمہ۔ گندم گندم کے بدلہ میں ہاتھوں ہاتھ اور
برابر برابر لینی ہے اور زیادتی سود ہے۔
ان میں علت مشترکہ قدر مع الجنس ہے۔
اجماع سے مثال۔
اس کی مثال یہ حکم جس کو فقہاء نے ذکر کیا ہے
جیسے حرام وطی کا قیاس کرنا حلال وطی پر
حرمت مصاہرت میں۔
جیسے زانیہ کی ماں کے ساتھ وطی کا حرام ہونے کو قیاس
کرنا اس لونڈی کی ماں کے ساتھ وطی کا حرام ہونا جس کے
ساتھ وطی کی ہو۔
اور مقیس علیہ یعنی موطوءہ لونڈی کی ماں
میں حرمت کا ثابت ہونا اجماع ہے۔ اس میں
کوئی نص نہیں بلکہ نص وارد ہوئی ہے عورتوں

کی ماؤں کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے میں کیونکہ ان عورتوں کے ساتھ وطی کی شرط ہے۔

سوال: اصول فقہ کی تعریف لکھیں بیان کریں مع وضاحت کریں؟

جواب: ایسے قواعد کا علم جس کے ذریعے فقہ تک پہنچا جائے علی وجہ التحقیق اصول فقہ کہلاتا ہے۔

قواعد سے مراد قضایا کلیہ کا علم جو فقہ تک پہنچائے۔ توصل قید ہے اس کے طور پر۔

اور لفظ توصل قید ہے کی تقلید کی مبادی یعنی علم نحو، کلام وغیرہ سے احتراز کرتا ہے۔

علی وجہ التحقیق:

یہ قید لگائی خلاف جدل (یعنی علم مناظرہ) سے احتراز کرتے ہوئے۔ اگرچہ علم مناظرہ مشتمل ہے ایسے قواعد پر جو فقہ تک پہنچانے والے ہیں لیکن علی وجہ التحقیق نہیں بلکہ اس سے غرض مد مقابل پر الزام لگانا ہوتا ہے۔ اور یہ علم مناظرہ کے قواعد ارشاد اور مقدمہ نامی کتب میں مذکور ہیں۔

اس قواعد پر اختلاف نکات کی بنا پر تحقیق ہے۔

سوال: اصول فقہ کی تعریف میں قضایا کلیہ سے کیا مراد ہے اور یہ کس کس طرح پایا جاتا ہے؟

جواب: قضایا کلیہ سے مراد مسائل وہ ہیں جو مشتمل دلیل کے دو مقدمات میں سے ایک ہے۔ یعنی جب تو فقہ کے

مسائل کے حکم پر استدلال کرے گا شکل اول کے ساتھ تو شکل اول کا کبریٰ یہ قضیہ کلیہ ہوگا۔

جیسے ہم کہتے ہیں۔

دعویٰ۔ یہ حکم ثابت ہے۔

صغریٰ۔ اس لیے کہ اس حکم کے ثبوت پر قیاس دلالت کرتا ہے۔

کبریٰ۔ ہر وہ حکم جس کے ثبوت پر قیاس دلالت کرے وہ ثابت ہوتا ہے۔

اس مثال میں جو کبریٰ ہے وہ قضیہ کلیہ ہے۔

اور اگر تو مقدم مسائل کے حکم کا استدلال کرے ملازمات کلیہ اور اس کے ملزوم کے ساتھ۔ تو ملازمات (1) کلیہ یہ قضیہ کہلائے گا۔ (اس سے مراد قیاس استثنائی ہے)

مقدم۔

یہ حکم ثابت ہے کیونکہ جب جب قیاس دلالت کرے گا اس حکم کے ثبوت پر تو یہ حکم ثابت ہوگا (اور یہی قضیہ ہے)

تالی۔

لیکن قیاس دلالت کرتا ہے اس حکم کے ثبوت پر تو یہ حکم ثابت ہے۔

اور کبھی یہ ہوا ہے کہ یہ قضیہ کلیہ کبھی اصول فقہ میں مذکور نہ ہوں بلکہ اصول فقہ میں مذکور قضیہ کلیہ میں شامل ہوں جیسے

صورت نزاع میں جب جب قیاس وجوب پر دلالت کرے گا تو وجوب ثابت ہو جائے گا اس میں [illegible] کہ یہ ملازمہ شامل ہے اس

ملازمہ کے تحت وہ ملازمہ یہ ہے کہ جس کے تحت جیسا ملازمہ ہے)
جب جب قیاس دلالت کرے گا ہر اس حکم کے ثبوت
پر جس کی یہ شان ہو یعنی حرمت، کراہت، حلت،
وجوب، اباحت وغیرہ کی تو یہ حکم ثابت ہو جائے گا
اور وجوب اور حرمت اس حکم کی جزئیات میں سے
ہیں۔ گویا کہ یہ کہا۔ جب جب قیاس وجوب پر
دلالت کرے گا تو وجوب ثابت ہو جائے گا۔ اور
جب جب قیاس دلالت کرے گا جواز پر تو جواز
ثابت ہو جائے گا۔
تو ملازمہ دلیل کے دو مقدمات میں سے ایک
مقدمہ ہے۔ تو فقہ کے اصول کے مسائل میں سے بعض
کے طریقہ یہ ہیں۔

س: ادلہ شرعیہ میں سے ہر دلیل کب حکم کو ثابت کرے گی؟

جواب: ادلہ شرعیہ میں سے ہر دلیل اس وقت حکم کو ثابت کرے گی
جب اس میں تمام شرائط پائی جائیں جن شرائط کا تذکرہ
اپنے مناسب مقام میں ہے۔ اور وہ شرائط یہ ہیں
(1) دلیل منسوخ نہ ہو۔ (2) اس دلیل کا کوئی معارض مساوی
نہ ہو۔ (3) اس دلیل کا کوئی معارض راجح موجود نہ ہو۔
(4) اور اگر دلیل قیاس بن رہا ہو تو ضروری ہے کہ اس قیاس کی طرف
کسی سابق مجتہد کی رائے متفق ہو۔ اگر مجتہدین کا اجماع
اس قیاس کے مخالف کرے تو وہ قیاس باطل ہو گا۔
قضیہ مذکورہ خواہ وہ قیاس اقترانی کا کبری ہو یا استثنائی کا
ملازمہ تو اس کا کلیہ ہونا تب درست ہو گا جب یہاں

مشتمل ہو اور حدود ان پر مشتمل ہو۔ تو اس قضیہ کلیہ کے متعلق ابحاث حد اور حدود ان کے مسائل ہیں وہ اس قضیہ کلیہ کا علم ہے۔ اور یہ قضیہ کلیہ وہ ہے جو فقہ کے مسائل پر دلیل کے دو مقدموں میں سے ایک مقدمہ ہے۔ تو لہٰذا یہ مباحث جو اصول فقہ میں ہیں ہوں گی۔

سوال 38: اصول فقہ کی تعریف میں آپ توصل الیہ کی تحقیق لکھیں؟

جواب۔ مصنف قواعد کی تحقیق کے بعد توصل بہا الیہ کی تحقیق کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اس کا متوصل کون ہے اس میں دو احتمال ہیں۔ I اس سے فقط مجتہد ہی مراد ہے۔ کیونکہ اصول فقہ میں ان قواعد و ضوابط سے بحث کی جاتی ہے جن کے ذریعے مجتہد ہی فقہ تک پہنچتا ہے۔ اور یہ فقہ تک پہنچنے والا مجتہد ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ فقہ علم ہے کہ احکام کو ادلہ سے ثابت کرنا اور ان ادلہ میں جن مقلد کی دلیل نہیں ہے یا اسی وجہ سے مصنف نے تقلید اور استفتاء کو کتاب میں ذکر نہیں کیا۔ II دوسرا احتمال یہ ہے کہ متوصل کو عام رکھا جائے اس سے مجتہد اور مقلد دونوں مراد ہوں لیکن ان تک پہنچنے والا مجتہد ہے مقلد نہیں اور مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہوگی اور وہ کہے گا یہ حکم میرے نزدیک ثابت ہے کیونکہ اس کی طرف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے گئی ہے

قضیہ ثانیہ۔ [ہر وہ حکم جس کی طرف امام صاحب کی رائے گئی ہو وہ میرے نزدیک ثابت ہے] تو یہ قضیہ ثانیہ ہے یہ اصول فقہ میں بیان ہے۔

اور بعض علماء نے اپنی کتب میں تقلید اور استفتاء کو ذکر کیا ہے اس صورت میں اصول فقہ کی یہ تعریف ہوگی۔ وہ علم جس کے قواعد کے ذریعے فقہ کے مسائل تک پہنچا جائے۔ [مسائل کی زیادتی ہوگی۔ فقط فقہ نہیں کہیں گے کیونکہ فقہ وہ علم ہے جس میں ادلہ سے احکام جانے جائیں

سوال ۵: اصول فقہ کی تعریف میں "علی وجہ التحقیق" کے لفظ کی وضاحت کریں؟

جواب: مصنف فرماتے ہیں کہ ما یتوصل بہا الیہ سے عموم والا معنی مراد لینے سے جب تقلید داخل ہوا تو وہ علی وجہ التحقیق کی قید سے نہیں نکلے گا۔ کیونکہ مقلد کی تحقیق یہ ہے کہ وہ مجتہد کی اس طرح تقلید کرے کہ اس کا یہ عقیدہ ہو کہ مجتہد کی رائے حق ہے۔ لہٰذا مقلد نہیں نکلے گا۔

سوال ۵: قضیہ کلیہ کے مدلول یقینی کے اعتبار سے شرائط تحریر کریں؟

جواب: مصنف فرماتے ہیں اس سے پہلے قضیہ کلیہ کے دلیل ہونے کے متعلق شرائط ذکر کی ہیں اب مدلول یقینی کے اعتبار سے ذکر کر رہے ہیں۔ (یعنی [illegible])

I قضیہ کلیہ اس وقت کلیہ بنے گا جب حکم کو ثابت کرنے والے انواع کا علم ہو جائے (وجوب یا [illegible]) اور یہ معلوم ہو کہ حکم کی انواع میں سے کونسی نوع دلیل کی انواع میں سے کونسی نوع کے ساتھ ثابت ہے۔ کیونکہ ہر دلیل سے ہر حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ دلیل کے حکم میں سے کسی حکم کے ساتھ خصوصیت ہونے کی وجہ سے جیسے وجوب یہ قطعی دلیل سے ثابت ہوتا ہے اس لیے مصنف نے فرمایا۔ حکم شرعی اس حکم کے لیے علامت ہے۔ یہ حکم جیسے قیاس سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ نص سے ثابت ہوتا ہے۔

II پھر قضیہ کلیہ کے کلیہ ہونے کے لیے ان مباحث کا علم بھی ضروری ہے جو محکوم بہ کے ساتھ متعلق ہیں۔ محکوم بہ سے مراد فعل مکلف ہے۔ یعنی فعل کی انواع معلوم ہو عبادت، عقوبات وغیرہ۔ جو کلی طور پر اس قضیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ کیونکہ مکلفین کے افعال بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ جیسے عقوبات کو ثابت کرنا قیاس سے ممکن نہیں۔

III اسی طرح قضیہ کا کلیہ ہونے کے لیے ان مباحث کا ہونا بھی ضروری ہے جو محکوم علیہ کے ساتھ متعلق ہیں۔ اور محکوم علیہ سے مراد خود مکلف ہے۔ یعنی اہلیت کی معرفت ہونا۔ یعنی آیا بالغ یا بچہ ہے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اور اسی طرح ان عوارض کی معرفت جو اطلاق پر طاری ہوتے ہیں [جن کی وجہ
سے حکم ثابت نہیں ہوتا] کہ عوارض سماوی ہیں یا کہ اکتسابی
ہو۔ یہ بھی اس قضیہ کلیہ کے تحت آئے گا۔ کیونکہ محکوم علیہ کے مختلف ہونے
سے احکام بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔

دلیل محکوم علیہ

مصنف فرماتے ہیں ان عوارض کے وجود کو علم یعنی [دلیل محکوم علیہ
محکوم بہ کے متعلق عوارض] کی طرف نظر کرتے ہوئے شکل اول
کے ساتھ مسائل فقہ کو ثابت کرتے ہیں دلیل کی صورت یوں ہوگی جیسے

دعویٰ

ہوگی یہ حکم اس کی یہ شان ہے یعنی [حلال ہے یا واجب وغیرہ]
متعلق ہے ایسے فعل کے ساتھ جس کی یہ شان ہے۔ [عاقل بالغ وغیرہ کا]
اور یہ فعل صادر ہوا ہے ایسے مکلف سے جس کی یہ شان ہے [بالغ وغیرہ کا]
اور نہیں پائے گئے وہ عوارض جو اس حکم کے ثبوت سے مانع ہوں
جیسے [عوارض طاریہ مرض وغیرہ]
اور اس حکم کے ثابت ہونے پر قیاس دلالت کرتا ہے جس کی یہ شان ہے۔
یعنی [ایسا قیاس جو کتاب یا سنت سے مستنبط ہو] **یہ صغریٰ ہے۔**

یہ حکم ثابت ہے۔

دلیل قیاس اقترانی کی شکل میں

کبریٰ ہے

ہر وہ حکم جو مذکورہ صفات کے ساتھ موصوف ہو اور ایسی شان
والا قیاس بھی اس پر دلالت کرتا ہو۔ تو وہ حکم ثابت ہے۔
یہ جو دوسرا قضیہ ہے یہ اصول فقہ کے مسائل میں سے ہے۔

ملازمہ کی صورت میں شکل۔

جب جب قیاس موصوف ان صفات کے ساتھ پایا جائے
گا تو یہ حکم ثابت ہو جائے گا لیکن قیاس موصوف ان
صفات کے ساتھ پایا گیا ہے تو حکم ثابت ہو گیا۔
اور یہ جان لینا کہ مقدمہ کی تمام مباحث مذکورہ قضیہ کلیہ
کے تحت ہیں جو دلیل کے دو مقدموں میں سے ایک ہے اور
وصول قریب سماوی کا معنی ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جب یہ جان لیا تو مسائل اصول تمام ہمارے اس قول کی طرف لوٹتے ہیں۔
(مثلاً یہ القرآن میں کا مثل حکم کذا مجموعہ ثابت ہے۔ [مثلاً یہ استثناء کا] کل ما وجد فیہ کذا
دال علی حکم کذا اثبات ذالک۔ تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ادلہ شرعیہ کلیہ
اور احکام کلیہ سے اصول فقہ میں بحث کی جاتی ہے۔ ادلہ سے اس
لیے کہ وہ مثبت للحکم ہے اور احکام سے اس لیے کہ وہ ثابت من الادلہ ہیں۔
اور بعض مباحث کا تعلق ادلہ سے ہے اور بعض کا احکام سے
اس لیے ان سے بحث کی جاتی ہے۔ تو اس علم کا موضوع ادلہ
شرعیہ اور احکام ہیں۔ کیونکہ اس علم میں ادلہ کے عوارض ذاتیہ کے
بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ اور ادلہ شرعیہ کے عوارض اثبات حکم
ہیں۔ اور احکام کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے۔
اور عوارض کا ثابت ہونا ادلہ سے ہے۔

سوال 14: یبحث فیہ عن احوال الادلہ المذکورہ وما یتعلق بہا کی مصنف کی تحریر کردہ وضاحت لکھیں؟

جواب: مصنف فرماتے ہیں اس میں فاء تفریعیہ ہے اس کا تعلق اصول فقہ کی
تعریف کے ساتھ ہے۔ یعنی جب اصول فقہ کی یہ تعریف ہے تو ضروری ہے کہ
اس میں ادلہ اور احکام کے احوال سے بحث کی جائے اور
جو ان دونوں کے متعلقات ہیں۔ احوال سے مراد عوارض ذاتیہ ہیں۔
وما یتعلق بہا کا عطف ادلہ پر ہے اور ھا ضمیر ادلہ کی طرف
لوٹ رہی ہے۔ اور ما یتعلق بہا سے مراد وہ ادلہ ہیں جن کا ادلہ ہونا
مختلف فیہ ہے جیسے استحسان اور استصحاب۔ ادلہ مقلد۔ ادلہ مستقل
ما یتعلق بہا سے وہ چیزیں مراد ہیں جن کو ادلہ اربعہ کے مثبت للحکم
ہونے میں کچھ نہ کچھ دخل ہے۔ مثلاً بحث عن الاجتہاد ونحوہ۔

سوال 15: عوارض ذاتیہ للادلہ کی اقسام لکھیں؟

جواب: عوارض ذاتیہ کی تین اقسام ہیں۔ (i) عوارض ذاتیہ جن بارے میں تحقیق ہو چکی ہو وہ یہ ہے کہ ادلہ شرعیہ کا مثبت للحکم ہونا۔ (ii) جو مبحوث عنہا تو نہ ہوں لیکن مبحوث عنہا کے لحوق و ثبوت میں جن کو عمل دخل ہو جیسے دلیل کا عام ہونا مشترک، خبر واحد وغیرہ ہونا۔ (iii) وہ عوارض جو ان دو کے علاوہ ہیں جیسے دلیل شرعی کا قدیم ہونا حادث ہونا، معرب مبنی وغیرہ ہونا۔

قسم اول قضایا جو کہ اس علم کے مسائل ہیں ان میں محمول واقع ہوگی۔ اور قسم ثانی ان قضایا کے موضوع کی قید یا وصف واقع ہوگی۔ جیسے [illegible] یہ دوسری قسم ہے۔ [illegible] اور کبھی قسم ثانی موضوع واقع ہوتی ہے ان قضایا کے لیے جیسے العام یوجب الحکم قطعاً۔ اور کبھی قسم ثانی قضیہ کا محمول بنتی ہے۔ النکرۃ فی موضع النفی عامۃ [عامۃ دوسری قسم ہے]

س 43: عوارض ذاتیہ للحکم کی اقسام لکھیں؟

جواب: حکم کے عوارض ذاتیہ کی بھی تین اقسام ہیں۔ (i) جو مبحوث عنہا ہوں وہ یہ ہے کہ حکم ادلہ مذکورہ سے ثابت ہو۔ (ii) جن کو مبحوث عنہا کے لحوق و ثبوت میں عمل دخل ہو۔ جیسے حکم کا فعل بالغ یا فعل صبی کے متعلق ہونا۔ (iii) جو یہ دونوں نہ ہوں: قسم اول اس علم کے قضایا میں محمول ہوگی۔ قسم ثانی قضایا کے موضوع کے لیے قید اور اوصاف واقع ہوگی۔ اور کبھی موضوع اور کبھی محمول واقع ہوگی۔ جیسے وہ حکم جو بندوں کے متعلق ہے وہ خبر واحد سے ثابت ہوگا۔ جیسے عقوبات قیاس سے ثابت نہیں ہوتی۔ جیسے بچے کی زکوٰۃ عبادت ہے۔ بہرحال قسم ثالث جو ان دو قسموں کے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

علاوہ ہے وہ اس علم اور اس کے مسائل سے خارج ہے۔

سوال: ویلحق بہ البحث عما یثبت بھذہ الادلۃ وھو الحکم وعما یتعلق بہ۔ مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ جیسے ادلہ اور اس کے متعلقات سے بحث ہوتی ہے ایسے ہی جو چیزیں ادلہ سے ثابت ہوتی ہیں یعنی احکام اور اس کے متعلقات سے بھی بحث ہوتی ہے تبعًا۔ مصنف اپنی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یلحق بہ کی ضمیر مصدر بحث کی طرف لوٹ رہی ہے جو کہ مصنف کے قول فیبحث میں مذکور ہے۔ اور عما یثبت میں ما سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ یعنی عن احوال ما یثبت اور عما یتعلق بہ کی ہ ضمیر حکم کی طرف لوٹ رہی ہے اور یتعلق بہ سے مراد حاکم محکوم بہ اور محکوم علیہ ہوں۔

سوال: یلحق بہ کے احتمال تحریر کریں؟

جواب: یلحق بہ سے دو احتمال ہیں۔ 1۔ اس علم کی بحث کے بعد احکام کی بحث کو ذکر کیا جائے گا۔ اس بناء پر کہ اصول فقہ کا موضوع ادلہ اور احکام ہیں۔

II دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس علم کا موضوع فقط ادلہ ہیں اور احکام سے بحث کی جاتی ہے اس بناء پر کہ احکام اس علم کے لواحق میں سے ہیں: یعنی تبع میں سے کیونکہ اصول فقہ سے مراد ادلہ فقہ ہی ہیں پھر ان ادلہ میں مثبت للحکم ہونے کی حیثیت کا اعتبار کیا گیا۔ اور وہ بحث جو حکم سے پیدا ہونے والی ہیں اور جو اس کے

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

متعلقات ہیں وہ اس علم سے خارج ہیں۔ لیکن یہ مسائل
مکمل تھے تو ان کو اس علم کے مسائل کے توابع اور
لواحق کے طور پر ذکر کر دیا گیا۔ جیسا کہ علم منطق
کا موضوع معلوم تصوری اور تصدیقی ہیں اس حیثیت سے کہ
اکثر — وہ مجہول تصوری و تصدیقی تک پہنچانے والے ہوں۔ علم منطق
کے بڑے مسائل موصل (یعنی معلوم تصوری و تصدیقی) کی طرف لوٹتے
ہیں لہٰذا وہ منطق کا موضوع بنے گا) اور مجہول تصوری و تصدیقی کے مسائل
کم اور نادر ہیں ان میں بحث تبعاً ہوگی [illegible] یہ موضوع میں داخل نہیں
جیسے ما یصدق [illegible] کو قبول کرتی ہیں یا یہ موصول الیہ کی بحث ہے جو
تبعاً ہے اس کی بحث کی جائے گی۔ یہاں بھی احکام کی بحث تبعاً ہے۔
اسی وجہ سے بعض کتب میں حکم کی بحث کو اصول فقہ کی بحث میں شمار نہیں کیا گیا۔
لیکن صحیح پہلا احتمال ہے۔

سوال۔ وھو الحکم سے کیا مراد ہے مکمل تفصیل لکھیں؟۔

جواب: حکم سے مراد یا خطاب اللہ ہے۔ یا ما ثبت بالخطاب ہے۔ خطاب اللہ مراد
لینا درست نہیں کیونکہ حکم بمعنی خطاب اللہ قدیم ہے۔ اس کے بارے میں کہنا یہ ادلہ سے ثابت
ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ ثبوت حدوث کو لازم ہے۔ جبکہ خطاب اللہ قدیم ہے۔ اگر مراد
اعتراض: ما ثبت بالخطاب ہو تو بھی ٹھیک نہیں کیونکہ جیسے وجوب حرمت وغیرہ۔ بعض احکام ادلہ سے ثابت ہونا صحیح ہے
اور بعض صحیح نہیں۔ جیسے قیاس وجوب کو ثابت نہیں کرتا؟
جواب: قیاس بھی وجوب کو ثابت کرنے والا ہے مگر غلبہ ظن کی بنا پر۔ تو بس اثبات
سے مراد غلبہ ظن سے اثبات ہے۔
اگر کوئی یہ کہے کہ حکم لفظ واحد سے حقیقی اور مجازی معنی ایک ساتھ نہیں مراد لیا جا سکتا ہے۔
ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری اس سے مراد عموم مجاز ہے۔ اثبات سے ادراک
مراد لیے گئے اس میں حقیقی اور مجازی معنی دونوں داخل ہو جائیں گے۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

سوال ۴۷: مصنف نے موضوع کے بارے میں جو ابحاث پیش کی ہیں ان میں سے پہلی بحث لکھیں؟

جواب: مصنف فرماتے ہیں کہ بعض نے یہ ذکر کیا ہے کہ ایک علم کے کبھی کثیر موضوع ہوتے ہیں۔ جیسے علم طب۔ اس میں بدن انسانی کے احوال کے بارے میں بحث کی جاتی ہے اور ادویات کے احوال کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ مصنف فرماتے ہیں یہ درست نہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ بے شک علم میں جس چیز کے بارے میں بحث کی جا رہی ہے اگر اس کی اضافت دوسری چیز کی طرف کی گئی ہے۔ جیسے اصول فقہ میں حکم کے لیے ادلہ کے اثبات کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ اور منطق میں معلوم تصوری و تصدیقی جو کہ مجہول تصوری و تصدیقی تک پہنچا دیں ان کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ اور بعض عوارض ہوتے ہیں جن کے لیے مبحوث عنہ میں عمل دخل ہوتا ہے۔ اور یہ عوارض مضاف الیہ یا مضاف میں سے کسی ایک میں پیدا ہونے والے ہوتے ہیں اور بعض عوارض دوسرے میں پیدا ہونے والے ہوتے ہیں۔ تو اس علم کا موضوع یہ دونوں (مضاف، مضاف الیہ) ہوں گے۔

اور اگر علم مبحوث عنہ مضاف نہ ہو تو جیسے علم واحد کا موضوع کثیر اشیاء نہیں ہوں گی کیونکہ علم کا متحد ہونا اور مختلف ہونا مسائل کے متحد و مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے۔ تو

موضوع کے مختلف ہونے سے ضروری ہا کہ علم بھی مختلف ہو۔

اعتراض:

اگر کوئی شخص یہ مراد لے کہ بے شک علم واحد سے مراد وہ ہے جو ضروری اصطلاح میں واقع ہوا ہے (یعنی ایک علم کے دو موضوع ہو سکتے ہیں) ایک موضوع کے واجب ہونے کی رعایت کیے بغیر یہ کیسے؟

جواب۔ اس کے اس قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا پس تو ہر شخص اپنی اصطلاح بنا لے گا۔ اور وہ کہے گا فقہ اور ہندسہ علم ایک ہے اور ان کا موضوع دو چیزیں ہیں ایک مکلف کا عمل اور ایک مقدار۔

بہرحال جو یہ مثال وارد کی ہے کہ علم طب کا موضوع بدن انسان اور ادویہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

جواب:

بے شک ادویات سے جو بحث کی جاتی ہے وہ اس حیثیت سے ہے کہ بعض ادویات سے بدن درست ہوتا ہے اور بعض سے بیمار ہوتا ہے

تو موضوع ان دونوں کا بدن انسانی ہی ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سوال: کسی بھی علم کے موضوع پر واقع ہونے والی ابحاث میں سے دوسری بحث لکھیں؟

جواب: کبھی موضوع میں حیثیت کی قید کو ذکر کیا جاتا ہے اس حیثیت کے دو معنی ہیں۔

I. بے شک وہ شئی جو اس حیثیت کے ساتھ موضوع بنے گی۔ جیسے علم الہیات کا موضوع ہے۔ موجود اس حیثیت سے کہ وہ موجود ہے۔ تو اس میں بحث کی جاتی ہے عوارض ذاتیہ کے بارے میں جو موجود کو موجود ہونے کی حیثیت سے لاحق ہیں۔ جیسے وحدۃ و کثرت اور اس کے علاوہ۔ اور بحث نہیں کی جاتی نفس حیثیت سے۔ کیونکہ موضوع وہ ہے جس میں عوارض ذاتیہ سے بحث کی گئی ہو نہ کہ نفس موضوع کے بارے میں بحث کی گئی ہو۔ یا اس کے اجزاء کے بارے میں بحث کی گئی ہو۔

II. حیثیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ بے شک حیثیت عوارض ذاتیہ جن کے بارے میں بحث کی جاتی ہے ان کو بیان کرنے والی ہے۔ ممکن ہے کسی شئی کے عوارض ذاتیہ مختلف انواع کے ہوں۔ تو بحث کی جائے گی اس علم میں ان انواع میں سے کسی ایک نوع کے ساتھ تو حیثیت اس نوع کو بیان کرنے والی ہو گی۔ جیسے ان کا کہنا۔ طب کا موضوع بدن انسانی اس حیثیت سے ہے کہ وہ تندرست ہوتا ہے اور مریض ہوتا ہے۔ اور علم ہیئات کا موضوع اجسام

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

عالم ہے مشکل ہونے کی حیثیت سے: یہاں دوسرا معنی مراد ہے پہلا معنی نہیں کیونکہ طب میں صحت اور مرض اور ہیئت میں شکل کے بارے میں بحث کی جاتی ہے اگر معنی اول مراد لیں تو لازم آئے گا کہ بحث کی جائے طب اور ہیئت میں حیثیت کی وجہ سے ان عوارض سے جو لاحق ہیں۔ اور بحث نہ کی جائے ان دو حیثیتوں سے جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔

س 69. علم کے موضوع کی ابحاث میں سے تیسری بحث لکھیں؟

جواب: تیسری بحث یہ ہے کہ بے شک مشہور یہ ہے کہ دو علموں کا ایک موضوع نہیں ہوتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ناممکن نہیں بلکہ یہ واقع ہوا ہے۔ بے شک ایک شئ کے لیے کئی عوارض ہوتے ہیں ہر علم میں بعض عوارض سے بحث کی جاتی ہے جیسے ہم نے ذکر کیا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ بے شک ایک شئ کے لیے کئی انواع کے عوارض ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کثیر صفات کے ساتھ متصف ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان میں سے بعض حقیقی ہوں اور بعض اضافی ہوں اور بعض ایجابی ہوں اور بعض سلبی ہوں۔ ان میں سے کوئی جو اس کا جزء نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے عدم جزئیت کے ہونے کی وجہ سے۔ اس کے لیے بعض صفات کا ذاتی ہونا ضروری ہے۔ صدرا میں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

تسلسل کو ختم کرنا ممکن ہے۔ ان میں سے بعض اگر اس کی ذات کے ساتھ ملی ہوئی ہوں تو یہ بھی مطلوب ہے۔ اور اگر یہ صفات غیر کی وجہ سے ہیں تو ہم اس میں کلام کریں گے یہاں تک کہ اس کی انتہا اللہ کی ذات تک ہو۔ مبدأ میں تسلسل کو ختم کرنے کے لیے۔ اور اگر غیر کی طرف منسوب کر دیں تو اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونا غیر کی وجہ سے ہوگا۔ غیر کی محتاجی لازم آئے گی یہ محال ہے۔

پس جب یہ ثابت ہو گیا تو ممکن ہے کہ ایک شے دو علموں کا موضوع ہو۔ ان علموں کا جدا ہونا ان عوارض کے اعتبار سے ہوگا جن کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ دو علموں کا متحد ہونا اور مختلف ہونا معلومات کے متحد ہونے اور مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور معلومات مسائل ہیں۔ بے شک مسائل متحد اور مختلف ہوتے ہیں اپنے موضوع کے اعتبار سے اور یہ علم کے موضوع کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ تو ایسے ہی مسائل متحد و مختلف ہوتے ہیں محمول کے اعتبار سے تو کہ مسائل راجع ہوتے ہیں ان عوارض کی طرف۔

اگرچہ بعض نے یہ مراد لیا ہے کہ بے شک اصطلاح یہ جاری ہے کہ علم میں موضوع کا اعتبار کیا جاتا ہے محمول کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ مثال کے طور پر ان کا یہ قول۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

علم ہیئت کا موضوع اجسام عالم ہے مشکل ہونے کی حیثیت سے.
اور علم سماء اور عالم طبعی کا موضوع اجسام عالم ہے
طبیعت کے اعتبار سے.

تو اب یہاں ان دونوں علوم کا موضوع ایک
ہی ہے یعنی اجسام عالم۔ لیکن ان دونوں کا مختلف ہونا
محمول کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے. ان دونوں علوم
میں حیثیت مبحوث عنہ کا بیان ہے. نہ کہ حیثیت
موضوع کا جزء ہے. ورنہ لازم آئے گا کہ بحث نہ کی
جائے ان دونوں علوم میں ان دونوں حیثیتوں سے
بلکہ ان کے ساتھ جو لاحق ہے اس کے بارے میں بحث کی
جائے. جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے.

س۔ مصنف نے کتاب کو کتنی اقسام پر وضع کیا اور
قسم اول کس کے بارے میں ہے نیز قرآن کی تعریف
مع فوائد و قیودات مع اعتراض جواب لکھیں؟

جواب۔ مصنف نے کتاب کو دو اقسام پر وضع کیا۔
قسم اول ادلہ شرعیہ کے بارے میں ہے جس کے
چار ارکان ہیں۔ رکن اول قرآن ہے۔

قرآن:
جو ہم تک نقل کیا گیا ہو مصحف کے دو گتوں
کے درمیان تواتر کے ساتھ.

فوائد و قیودات:
جیسا نقل الینا کی قید لگائی تو اس

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سے تمام کتب اور احادیث الاحد اور احادیث نبویہ
اور قرأت شاذہ تمام نکل گئی۔

اعتراض:

ابن حاجب نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے جو
قرآن کی تعریف کی ہے اس میں دور لازم آ رہا ہے۔
(یعنی ایک ہی چیز موقوف علیہ اور موقوف بن رہی ہے)
بے شک جو تعریف کی گئی ہے کہ قرآن وہ ہے جو مصحف
ذکر کیا گیا ہو۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مصحف کیا ہے تو
کہا جائے وہ جس میں قرآن لکھا گیا ہو۔؟

جواب:

مصحف معلوم ہے اس وجہ سے دور لازم نہیں آ رہا
یعنی معرف میں اس کی تعریف کی حاجت نہیں کہ یہ کہا
جائے جو قرآن میں لکھا گیا ہے وہ قرآن ہے

س: مصنف نے قرآن کی جو تعریف کی ہے اس کی تحقیق بالتفصیل بیان کریں؟

جواب: مصنف نے فرمایا کہ یہ تعریف تعریف حقیقی نہیں بلکہ تعریف
اسمی ہے اس وجہ سے دور لازم نہیں آتا۔ اور فرمایا
یہ تعریف کتاب کی ماہیت کی تعریف نہیں ہے بلکہ
یہ کتاب کو متعین کر رہا ہے۔ اس کے جواب میں جو
کتاب ہے۔ کتاب سے کون سی کتاب مراد ہے؟

ہمارے علماء نے جو یہ کہا ہے کہ ما نقل الینا
بین دفتی المصاحف تواترا۔ یہ دو حال سے خالی نہیں
یا تو اس سے کتاب کی تعریف ہوگی یا اس سے قرآن کی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

تعریف ہوگی۔ اگر انہوں نے یہ کتاب کی تعریف کی ہے تو یہ
تعریف کتاب کی ماہیت کی تعریف نہیں ہوگی۔ بلکہ اس
کتاب کو ما نقل الینا کے ذریعے متعین کرنا ہوگا اس کے
جواب میں جو کہ کتاب سے کون سی کتاب مراد ہے۔

اور اگر انہوں نے ما نقل الینا سے قرآن کی تعریف
کی ہے تو یہ قرآن کی ماہیت کی تعریف نہیں ہوگی بلکہ یہ
قرآن کو متعین کرنا ہے کیونکہ قرآن کا اطلاق کلام
ازلی اور مقروء دونوں پر ہوتا ہے تو ما نقل الینا سے دو احتمالوں
میں سے ایک کو متعین کرنا ہے وہ مقروء ہے
یعنی قرآن لفظ مشترک ہے اس کا اطلاق کلام ازلی
جو اللہ عزوجل کی صفت ہے اس پر ہوتا ہے اسی طرح جو اس پر
دلالت کرتا ہے یعنی مقروء پر بھی ہوتا ہے۔ گویا کہ یہ کہنا ان
دونوں معانیوں میں سے کون مراد ہے قرآن سے تو جواب ملا
ما نقل الینا الخ یعنی ہماری مراد مقروء ہے تو اس تعریف
سے دور لازم نہیں آئے گا۔ بے شک دور اس وقت
لازم آئے گا جب قرآن کی ماہیت کی تعریف کی ہو،
و اس طرح سے دور لازم آئے گا۔

اگر قرآن کی ماہیت کی تعریف مکتوب فی المصاحف کے ساتھ
کی ہو جو مشہور ہے متکلمین کی تعریف معرفت کا ہونا۔ تو
ممکن نہیں ہے مصحف کی ماہیت کی معرفت بغیر
قرآن یعنی اشارہ سے حاصل ہو
تو مصحف کی ماہیت کی معرفت موقوف
ہے قرآن کی ماہیت کی معرفت پر۔ اس سے دور لازم آئے گا۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

س 52: مصنف نے قرآن کے بارے میں فرمایا یہ قابل حد نہیں کیوں نہیں بالتفصیل لکھیں؟

جواب: مصنف نے فرمایا قرآن قابل حد نہیں کیونکہ شخص کی تعریف نہیں کی جاتی۔

حد کی تعریف: وہ ایسا قول ہے جو کسی شئ کی وضاحت کرے جو اس کے اجزاء پر مشتمل ہو۔

شخصیات کی معرفت پر یہ حد فائدہ نہیں دیتی بلکہ مشخص کی طرف اشارہ ضروری ہے تاکہ اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

جب یہ سمجھ لیا تو اب یہ سمجھو بے شک قرآن جب جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تو یہ مشخص تھا۔ تو اگر قرآن اس مشخص سے عبارت ہے تو یہ حد کو قبول نہیں کرے گا۔

اور اگر اس مشخص سے عبارت نہیں تو بلکہ قرآن یہ کلمات مرکبہ جو کہ خاص ترکیب کے ساتھ ہو کر پڑھے جیسا کہ اس کو جبرائیل علیہ السلام زید، عمر وغیرہ پڑھتے ہوں۔ اور حق یہی ہے۔

ہمارے قول کہ شخص کی تعریف نہیں ہوتی۔ اس کی دو تاویل ہیں۔ I = بے شک ہم مراد نہیں لیتے کہ قرآن شخص ہے بلکہ ہم نے مراد لیا جیسا کہ بے شک قرآن اگر وہ کلمات مرکبہ ہے جو خاص ترکیب کے ساتھ ہو تو یہ حد کو قبول نہیں کرے گا۔ جو مشخص حد کو قبول نہیں کرتا۔ شخص کا حد کو قبول نہ کرنا اسے دلیل بنایا گیا ہے اس پر کہ قرآن بھی حد کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ان دونوں کی معرفت اشارہ پر موقوف ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

شخص کی معرفت تو ظاہر ہے جیسے (زید کی طرف اشارہ کرنا)
بہر حال قرآن کی معرفت حاصل نہیں ہوتی مگر یہ کہ کہا
جائے سورہ یہ کلمات ہیں اور ان کو اول سے آخر تک پڑھا
جاتا ہے

تاویل ثانی۔ کہ شخص ہونے

بے شک ہم کہتے ہیں کہ اصطلاحات میں کوئی
حرج نہیں۔ تو ہم یہ کلمات جو خصوصیات کے ساتھ ہوں
کہ جن کے سے ترکیب میں عمل دخل ہو اس کو شخص مراد
لیتے ہیں۔ بے شک عوارض کا اپنے مشخصات
کے ساتھ جد تک انتہا ہوتی ہے۔ متعدد ہونے کو
قبول کرتے۔ اور ان میں اختلاف ذات کے اعتبار سے
نہیں بلکہ محل کے اعتبار سے۔ جیسے قصیدہ معینہ اس کا
تعدد ممکن نہیں ہے مگر محل کے اعتبار سے اس اعتبار سے
کہ اس کو زید اور عمر پڑھتے ہیں (یعنی اشعار کے اعتبار سے
اول آخر کے اعتبار سے یہ متعدد ہے نہ کہ قصیدہ ہونے کے اعتبار سے
اور ہم نے شخص سے یہی مراد لیا ہے۔ اور شخص اس
معنیٰ کے ساتھ حد کو قبول نہیں کرتا۔ تو پس
جب اس سے قرآن کے بارے میں سوال کیا جائے تو وہ اس کو
قرآن کی تعریف نہیں کر سکے گا۔ مگر یہ کہ وہ یہ کہے
تا جو خاص ترکیب کے ساتھ ہو جیسے اول سے آخر
تک پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن کی معرفت ممکن
نہیں ہے سوائے اس طریقے کے

س ابن حاجب کی قرآن کی تعریف اور مکمل وضاحت تحریر کریں؟

جواب: تعریف: وہ کلام جس کو معجزہ کے لیے نازل کیا اس کی سورتوں کے ساتھ۔

اگر اس تعریف کو قرآن کی ماہیت کی تعریف مراد لیا جائے تو اس میں بھی دور لازم آئے گا۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ سورۃ کیا ہے۔ تو ضروری یہ جواب یہ کہا جائے کہ وہ قرآن کا بعض جزء ہے۔ تو اس سے دور لازم آئے گا اور اگر قرآن کی ماہیت کی تعریف نہ ہو بلکہ تشخیص و تعیین ہو تو یعنی سورہ سے مراد یہ معنی معہود و مشہور ہے جو کہ متعارف ہے جیسے ہم نے مصحف سے مراد لی تھی تو نہ ہم پر اعتراض لازم آئے گا نہ ابن حاجب پر۔

س: مصنف نے کتاب میں کتنی ابحاث کو ذکر کیا نیز جو بحث معنی کا فائدہ دے اسے مقدم کیوں کیا؟

جواب: مصنف نے اپنی کتاب میں دو بحثوں کو وارد کیا

1. جو معنی کا فائدہ دے II. جو حکم شرعی کا فائدہ دے۔

بے شک یہاں غرض تو حکم شرعی کے فائدہ کو بیان کرنا تھا لیکن مصنف نے معنی کے فائدہ کو مقدم کیا کیونکہ حکم شرعی کا فائدہ معنی کے فائدہ پر موقوف ہے۔ اس لیے معنی کے فائدہ کی بحث کو مقدم کیا۔

اور اس باب میں خاص یہاں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

مشترک حقیقت اور مجاز وغیرہ میں بحث کی جائے گی
اس حیثیت سے کہ یہ معنی کا فائدہ دیتے ہیں۔
اور بحث ثانی حکم شرعی کے افادے کے بارے
میں کی جائے گی۔ امر سے بحث کی جائے گی اس
حیثیت سے کہ یہ وجوب کو ثابت کرتا ہے۔ اور نہی
سے اس حیثیت سے کہ یہ حرمت کو ثابت کرتا ہے
اور وجوب اور حرمت حکم شرعی ہیں۔

باب اول:

س: ماتن نے قرآن کے لیے نظم کہا لفظ کیوں
نہیں کہا بالتفصیل لکھیں؟

جواب: ماتن نے فرمایا قرآن ایسی نظم ہے جو معنی پر دلالت
کرتی ہے۔ لفظ کی نسبت معنی کی طرف کرتے ہوئے
اس کی چار تقسیمیں کی گئی ہیں۔
یہاں مصنف نے نظم لفظ استعمال کیا ہے
لفظ نہیں کیا کیونکہ قرآن پر لفظ کا اطلاق
کرنا بے ادبی کے پہلو سے ہے۔ کیونکہ لفظ
کا مطلب ہے منہ سے کسی چیز کو پھینکنا۔
تو اس وجہ سے نظم لفظ کی جگہ مصنف نے اختیار کی۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے

ایک مرجوع قول نقل کیا گیا ہے کہ امام صاحب نے نماز کے جائز ہونے میں نظم کو رکن لازم نہیں قرار دیا خاص طور پر (یعنی اگر کسی نے نماز میں قراءت میں فارسی یا اردو ترجمہ بھی پڑھا تو نماز جائز ہے ان کے نزدیک)
بلکہ فقط معنی کا اعتبار کیا ہے۔
اور خاص لفظ کو ذکر کیا اس لیے کہ انہوں نے نماز کے علاوہ میں نظم کو لازم قرار دیا ہے۔ جیسے حائضہ وجنبی وغیرہ اگر فارسی میں آیت کا ترجمہ کریں تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ نظم نہ ہونے کی وجہ سے قرآن نہیں ہے۔ لیکن درست قول یہ ہے کہ امام صاحب نے اس سے رجوع فرمالیا تھا۔ یعنی نماز کے جائز ہونے میں نظم کے عدم لزوم سے۔ اسی وجہ سے متن میں یہ قول ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ نظم سے عبارت ہے جو معنی پر دال ہے۔
جیسا کہ ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ قرآن نظم اور معنی کا نام ہے۔ یعنی ان کی مراد بھی یہی ہے کہ نظم ہے اور معنی پر دال ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اسی عبارت کو اختیار کیا ہے۔

س لفظ کے معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے اقسام اربعہ تحریر کریں؟
جواب: لفظ کو معنی کے لیے وضع کے اعتبار سے۔
یہ اقسام اربعہ میں سے قسم اول ہے۔ کلام کو تقسیم کیا جاتا ہے وضع کے اعتبار سے خاص، عام

مشترک کی طرف۔ اور یہ وہی تقسیم ہے جیسے امام فخر الاسلام
بزدوی علیہ رحمہ نے کہا ہے۔ قسم اول لنظم کی وجوہ صیغہ اور
لغت کے اعتبار سے۔

II قسم ثانی لفظ کو معنی میں استعمال کرنے کے اعتبار سے ہے
اس حیثیت سے کہ کہ موضوع لہ میں مستعمل ہے یا غیر موضوع لہ میں۔

III قسم ثالث لفظ سے معنی کا ظہور اور خفاء اور ان کے مراتب
کے اعتبار کے بارے میں ہے۔
یہ وہ قسم ہے جیسے امام فخر الاسلام نے کہا
کہ قسم ثانی اس لنظم کے بیان کے بارے میں ہے۔
مصنف نے اس قسم کو قسم ثالث بنایا ہے جبکہ امام
فخر الاسلام نے اسے قسم ثانی بنایا ہے۔ اور مصنف نے استعمال
کو قسم ثانی بنایا کیونکہ استعمال دو لفظ سے معنی کا ظہور و
خفاء سے مقدم ہوتا ہے اس وجہ سے استعمال کو مقدم
کیا تاکہ وضع تبع کے موافق ہو جائے۔

IV قسم رابع لفظ کی معنی پر دلالت کی کیفیات کے اعتبار سے۔
امام فخر الاسلام نے فرمایا قسم رابع لنظم کے احکام
پر واقفیت کی وجوہ کے بارے میں ہے۔

سوال: مشترک کی تعریف اور عام کی تعریف مع فوائد و قیودات بیان کریں۔

جواب: مشترک۔
وہ لفظ جس کو کثیر معانی کے لیے
متعدد وضع کے طور پر وضع کیا گیا ہو۔

جیسے لفظ عین کبھی اس کو آنکھ کے لیے اور کبھی سونا کے لیے اور کبھی ترازو کی ڈنڈی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

عام کی تعریف۔

وہ لفظ جس کو وضع واحد کے طور پر کثیر کے لیے وضع کیا ہو وہ کثیر جو غیر محصور ہوں اور وہ لفظ ان تمام کو گھیرے ہوئے ہو جن کی وہ صلاحیت رکھتا ہے۔

فوائد و قیودات۔

i وضع واحد کی قید سے مشترک نکل جائے گا۔

ii اور لکثیر کی قید سے وہ نکل جائیں گے جو کثیر کے لیے وضع نہیں کیے گئے جیسے زید، عمرو وغیرہ

iii اور غیر محصور کی قید سے اسماء عدد نکل جائیں گے۔ مثلاً سو کو وضع واحد کے طور پر کثیر کے لیے وضع کیا گیا ہے اور یہ ان تمام کو گھیرے ہوئے ہے جن کی یہ صلاحیت رکھتا ہے لیکن یہ کثیر محصور ہیں۔

iv مستغرق جمیع ما یصلح لہ۔ کی قید سے جمع نکرہ نکل جائے گی جیسے۔ رأیت رجالاً۔ اور مصنف کے قول فخرج منکر سے یہی مراد ہے۔ اور مصنف کے قول نحوہ۔ سے مراد اسم جمع ہے جیسے۔ رأیت جماعۃ من الرجال۔

س۵ جمع نکرہ کے عام میں داخل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کتاب میں مذکورہ دو اقوال لکھیں؟

جواب: قول اول۔ یہ قول ان حضرات کا ہے جو جمع نکرہ کو عام کے ساتھ نہیں مانتے بلکہ جمع نکرہ عام اور خاص کے درمیان واسطہ ہے۔

قول ثانی۔ یہ قول ان حضرات کا ہے جو جمع نکرہ کو عام میں شامل کرتے ہیں۔ اور جمع نکرہ سے مراد وہ جمع نکرہ ہے جس کے غیر عامہ ہونے پر قرینہ دلالت کرے۔ اس صورت میں جمع نکرہ عام اور خاص کے درمیان واسطہ ہوگا۔
جیسے۔ رایت الیوم رجالاً۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ عام افراد ایک دن میں نہیں دیکھے جا سکتے۔

سوال 57: خاص کی تعریف کریں؟

جواب۔ اگر لفظ کو کثیر کے لیے وضع کیا گیا ہو وضع واحد کے طور پر اور کثیر محصور ہو یا لفظ کو واحد کے لیے وضع کیا گیا ہو تو یہ خاص ہے۔
برابر ہے کہ واحد شخص کے اعتبار سے ہو جیسے۔ زید یا نوع کے اعتبار سے ہو جیسے رجل یا جنس کے اعتبار سے ہو جیسے۔ انسان۔

سوال 58: مؤول کی تعریف کریں مع اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دیں؟

جواب۔ اگر مشترک کے بعض معانی کو مجتہد کی رائے کے ساتھ ترجیح حاصل ہو جائے تو اسے مؤول کہتے ہیں۔
اعتراض۔
بے شک ہمارے اصحاب نے لفظ کی صیغہ اور لغت یعنی وضع کے اعتبار سے چار تقسیمات کی ہیں۔ خاص، عام، مشترک، مؤول۔ جبکہ مصنف نے مؤول کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: ماتن فرماتے ہیں ہم نے اس تقسیم میں موول کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ وضع کے اعتبار سے نہیں بلکہ مجتہد کی ارائش کے اعتبار سے ہے۔

سوال ۹: ثم معنا التقسیم آخر لا بد من معرفتہ ... مذکورہ عبارت کے تحت آنے والی تمام اقسام لکھیں؟

جواب: یہاں مصنف نے ایک دوسری تقسیم کی ہے ضروری ہے اس تقسیم اور اس سے حاصل ہونے والی اقسام کی معرفت

i) اسم ظاہر اگر اس کا معنی جس کے لیے [illegible] وضع کیا گیا ہے مشتق منہ کو مشتق کے وزن کے ساتھ اس کا معنی ہو تو یہ صفت ہے۔

ii) اور اگر اس کا معنی متعین ہو تو علم ہے۔

iii) اگر یہ دونوں نہ ہوں تو وہ اسم جنس ہے۔

علم اور اسم جنس یا تو یہ مشتق ہیں۔ یا مشتق نہیں ہیں پھر اگر صفت اور اسم جنس سے مراد اگر مسمی ہو تو

iv) اگر بغیر قید کے ہے تو مطلق ہے۔

v) اور اگر قید کے ساتھ ہے تو مقید ہے۔

vi) اور اگر اس مسمی کے تمام سے افراد ہوں تو عام ہے۔

vii) یا اس کے بعض افراد معین ہیں تو معہود ہے۔

viii) یا بعض معین نہیں نکرہ ہیں تو یہ نکرہ ہے۔

سوال ۱۰: نکرہ اور معرفہ کی تعریف کریں مع فوائد و قیود ذکر کریں؟

جواب: نکرہ:

جیسے غیر معین افراد کے لیے وضع کیا گیا ہو اس کے لیے اطلاق کی وجہ سے۔

معرفہ: جسے معین کے لیے وضع کیا گیا ہو سامع کے لیے اطلاق کے وقت۔

عند الاطلاق: اس کی قید لگائی کیونکہ وضع میں معرفہ اور نکرہ کے درمیان تعین اور عدم تعین میں کوئی فرق نہیں۔ جبکہ اطلاق میں بولنے میں فرق ہے۔

للسامع: سامع کی قید لگائی کیونکہ جب یہ کہا جائے رجل۔ ممکن ہے کہ متکلم کے نزدیک رجل متعین ہو۔

اس تقسیم سے ہر ایک قسم کی تعریف کو جان لیا اور یہ بھی جان لیا کہ مطلق خاص کی اقسام سے ہے کیونکہ مطلق کو واحد کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اور کیونکہ واحد نوعی ہے۔

سوال: مذکورہ اقسام میں حیثیت کی قید کیوں معتبر ہے؟

جواب: مذکورہ تمام اقسام اس حیثیت سے کہ وہ ایسی ہیں یہ معتبر ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے تاکہ ان اقسام میں منافی ہونے کا وہم ختم ہو جائے۔ [کیونکہ قسیم قسیم کے منافی ہوتی ہے] کیونکہ بعض اقسام بعض کے ساتھ جمع ہوتی ہیں۔

مثلاً: جرت العیون۔ عین اس کو آنکھ کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اسی طرح۔ پانی کے چشمہ کے لیے بھی وضع کیا گیا ہے۔ اس حیثیت سے عین مشترک ہے۔

اور عین اپنی حقیقت کے تمام افراد کو شامل ہے یعنی تمام چشموں کو۔ تو حیثیت سے یہ عام ہے تو اس حیثیت سے جان لیا گیا کہ عین مشترک اور

عام کے منافی نہیں ہے۔ لیکن عام اور خاص کے درمیان منافات ہوگی کیونکہ یہ ممکن نہیں کے لفظ واحد خاص بھی ہو اور عام بھی ہو۔ اور باقی دیگر عام اقسام میں بھی ایسے ہی اعتبار ہوگا کیونکہ لغوی نحوی پر واقفیت کی وجہ سے یہ اعتبار کرنا آسان ہے۔

س۔ الخاص من حیث هو خاص: عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں سے مصنف بیان فرما رہے ہیں کہ خاص خاص ہونے کی حیثیت سے قطعی حکم کو ثابت کرتا ہے۔

من حیث هو خاص۔ یعنی عوارض اور موانع کے اعتبار کے علاوہ جیسے ایسا قرینہ جو حقیقت مراد لینے سے پھیرنے والا ہو۔ یوجب الحکم: جیسے کہا جائے۔ زید عالم۔ اس مثال میں زید خاص ہے اپنے معنی کے اعتبار سے تو یہ خاص زید پر علم کے حکم کو ثابت کرے گا۔ اور ایسے ہی العالم بھی خاص لفظ ہے اپنے معنی کے اعتبار سے تو یہ اسی امر خاص کی وجہ سے زید پر حکم کو ثابت کرے گا قطعیتاً۔ اس کے دو معانی ہیں یہاں پر اعم والا معنی مراد ہے وہ یہ ہے کہ خاص کے لیے ایسا احتمال نہ ہو جو دلیل سے پیدا ہونے والا ہو۔

یہ معنی مراد نہیں۔ کہ خاص کے لیے اصلاً احتمال نہ ہو۔

س۔ ثلاثة قروء سے طہر مراد ہے یا حیض مکمل وضاحت کریں؟

جواب: لفظ قروء سے مراد طہر نہیں کیونکہ اگر اس طہر کو شمار کیا جائے جس میں طلاق واقع ہوگی ہے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

تو دو طہر اور بعض ثابت ہو گا یعنی دوسرے طہر کا بعض۔ اور
اگر جس طہر میں طلاق دی ہے اگر اس کو شمار نہ کیا
جائے تو تین طہر اور چوتھے کا بعض ہو گا۔ جبکہ لفظ
ثلاثۃ یہ خاص ہے۔

بے شک لفظ قروء حیض اور طہر کے درمیان
مشترک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں۔ تو امام اعظم علیہ رحمہ
کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہے۔ اور امام شافعی
کے نزدیک طہر مراد ہے۔

بے شک اگر طہر مراد ہیں تو خاص کا حکم باطل ہو جائے
گا۔ خاص۔ لفظ ثلاثۃ ہے۔ کیونکہ ایک صورت میں دو
طہر اور تیسرے کا بعض اور دوسری صورت میں تین مکمل طہر اور
چوتھے کا بعض لازم آئے گا۔ لحاظ خاص کا حکم باطل ہو
جائے گا۔

س ۶۴۔ شوافع کا اعتراض اور اس کا جواب لکھیں؟

جواب۔ سوال۔

آپ یہ کیوں کہتے ہو کہ اگر جس طہر میں طلاق دی گئی
ہو تو وہ مکمل طہر نہیں بلکہ بعض ہے۔ جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ
تین طہر ثابت ہوں گے کیونکہ بعض طہر بھی مکمل طہر ہے کیونکہ
طہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ جس پر طہر کا اطلاق ہو۔ وہ
اگرچہ ساعت لمحہ ہی کیوں نہ ہو؟

جواب۔

بعض طہر مکمل طہر نہیں ہو سکتا اگر ایسا ہو تو
پھر اول طہر اور ثالث طہر میں کوئی فرق نہ ہو سکتا

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

تو طہر ثالث کا بعض حصہ مکمل طہر بنا لیا جائے گا۔ اور تیسرے طہر کا
دوسرا حصہ وقت گزرنے کے ساتھ عورت کا نکاح جو
حلال ہو جائے گا۔ جبکہ یہ مسئلہ تو اجماع کے برخلاف ہے تا
یہ جواب امام شافعی کے شبہ کو ختم کرنے والا ہے۔ مصنف
صرف فرمایا ہے یہ جواب میں نے ہی دیا ہے مجھ سے قبل کسی نے یہ
جواب نہیں دیا

س: فان طلقها فلا تحل له۔ اس کے خاص ہونے کی وجہ حد نیز شوافع اور احناف کا موقف مع دلائل لکھیں؟ 8 کا

جواب: فان طلقها فلا تحل له سے ماتن خاص کے حکم کے قطعی ہونے پر دوسری مثال بیان فرما رہے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس میں فاء تعقیب مع الوصل کے لیے ہے اور یہ خاص ہے۔ اور تحقیق طلاق بالافتداء (خلع) کو طلاق کے بعد لایا گیا ہے۔ اگر طلاق خلع کے بعد واقع نہ ہو تو خاص کا عمل باطل ہو جائے گا جیسے امام شافعی علیہ رحمہ کا مذہب ہے:

وضاحت: بے شک اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کو ذکر فرمایا پھر اس کے بعد عورت کے فدیہ دینے (خلع) کا ذکر کیا۔ یہاں عورت کے فعل کی تخصیص مرد کے فعل کو ثابت کرتی ہے۔ (یعنی خلع میں اگرچہ بدلہ عورت کی طرف سے ہے لیکن چونکہ طلاق مرد کا فعل ہے عورت کے خلع دینے میں مرد کے فعل کو ثابت کیا جائے گا۔) اور یہ خلع بھی طلاق ہی ہے۔ اور تحقیق یہاں طلاق کی دو انواع کو بیان کیا ہے (ایک طلاق بغیر مال کے اور دوسری قسم طلاق بالمال

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

خلع سے وہ مراد نہیں جو امام **شافعی** علیہ رحمہ نے مراد لیا کہ
خلع سے مراد فسخ نکاح ہے۔ اس صورت میں کتاب اللہ
پر زیادتی لازم آئے گی۔ کیونکہ خلع فسخ پر دلالت نہیں
کرتا برخلاف خلع کو طلاق پر محمول کرنا وہ اس وجہ
سے جبکہ اول کلام میں طلاق کو ذکر کیا گیا ہے پھر ضمیر مانا
فان طلقھا۔ گویا کہ معتبر مانا دو مرتبہ طلاق دینا برابر ہے جبکہ
وہ مال کے بدلے ہو اور بغیر مال کے ہو تو پھر اگر تیسری طلاق
دے دی تو پھر اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ عورت کسی اور
سے نکاح کرلے۔

بہر حال فان طلقھا۔ میں فاء کو اول کلام۔ یعنی الطلاق مرتان
کے ساتھ ملانا اور اسے اقرب (یعنی خلع) سے جدا کرنے
میں ترکیب کا فساد لازم آئے گا۔

خلاصہ کلام۔

امام شافعی علیہ رحمہ نے "فان طلقھا" کو
"الطلاق مرتان" کے ساتھ ملایا ہے خلع کا ذکر
لا دخل لکم ___ ھم الظالمون تک اس کو جملہ معترضہ
بنایا ہے۔ انہوں نے خلع کو طلاق نہیں بنایا بلکہ
فسخ بنایا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اگر خلع کو پہلی
دو طلاقوں کے ساتھ ملائیں گے تو یہ تین طلاقیں ہو
جائیں گی۔ فان طلقھا سے چوتھی طلاق ہو گی۔
مصنف فرماتے ہیں خلع والی کو صریح طلاق ملحق نہیں ہوگی
کیونکہ فان طلقھا اول کلام کے ساتھ متصل ہے۔
ہماری استدلال کی وجہ جو وضاحت سے بیان ہو چکی ہے۔

سوال: اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ ۔ مذکورہ مثال میں خاص کیا ہے نیز ائمہ کا موقف بھی تحریر کریں؟

جواب: اس مثال سے مصنف خاص کی تیسری مثال بیان کر رہے ہیں اور فرمایا اس میں لفظ "ب" خاص ہے جو کہ الصاق کو ثابت کرتا ہے تو مال کو طلب کرنا عقد سے جدا نہیں ہوگا۔ تو عقد سے ہی مال واجب ہو جائے گا۔ برخلاف نکاح فاسد کے کیونکہ فقط عقد سے ہی مہر واجب نہیں ہوتا کیونکہ وہ فاسد ہے۔

برخلاف امام شافعی کے۔ کیونکہ امام شافعی کے نزدیک وہ عورت جو ولی کی اجازت سے بغیر مہر کے یا اس شرط کے ساتھ کہ عورت کے لیے مہر نہیں اگر نکاح کیا تو مہر واجب نہیں ہوگا عورت کے۔ تو مرنے اور ان میں سے اکثر شوہر دخول کے بعد مہر کے وجوب کے قائل ہیں

حنفیہ ہمارے نزدیک اگر دخول ہوا یا ان میں سے کوئی ایک مر گیا تو مہر مثل واجب ہوگا خاص کی وجہ سے۔

سوال 67: قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا ۔ مذکورہ آیت کے تحت آنے والی خاص کی مکمل بحث تحریر کریں؟

جواب: اس آیت سے مصنف یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ فرضنا یہ مہر کی مقدار میں شارع کی طرف سے خاص ہے اور اس کی ادنی مقدار ہوگی برخلاف امام شافعی کے یعنی فرضنا کا مطلب ہے قدرنا یعنی ہم نے مقرر کیا یہ خاص کر دیا تو زیادتی کو مانع ہوگا یا کمی کو مانع۔ بہرحال زیادتی کو مانع ہونا یہ درست نہیں کیونکہ مہر کی زیادتی کو

بالاجماع مقرر نہیں کیا گیا۔ تو چیز مقرر ہوئی ہے ثانی (یعنی کسی کو مال دینا
ہوگا) یہ متعین ہوگا تو مہر کی کوئی نہ کوئی ادنیٰ مقدار ہوگی۔ لیکن
اس کو مقدار کو بیان نہیں کیا گیا تو ہم نے اجتہاد کر کے
اس طریقے سے اس کو متعین کیا۔ اس طرح کے باب میں
کسی شئے میں قیاس کرنا معتبر ہے (یعنی جہاں پر خاص کیا ہو اور
مقدار کو بیان نہ کیا ہو)۔

اور اس کو قیاس کیا ہے اس بات پر کہ انسان کے
بعض اعضاء کا عوض دس دراہم ہیں جیسے (دس) دراہم
چوری کرنے والے کی سزا ہاتھ کا کاٹنا ہے) تو ہاتھ کے کاٹنے
کا واجب ہونا دس دراہم چوری کرنے سے ہوسکتا۔
(اسی طرح) مقدار ایک عضو کی ہے کم سے کم تو اس کو بھی
ملک بضعہ حاصل کرتا ہے اس کی بھی مقدار دس دراہم ہوگی کم از کم
جبکہ امام شافعی علیہ رحمہ کے نزدیک جو چیز ثمن بننے کی صلاحیت
رکھتی ہے وہ مہر بننے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے۔

مثال کو ذکر کرنے کے بعد مصنف فرماتے ہیں کہ
علامہ فخر الاسلام بزدوی علیہ رحمہ نے خاص کی اور مثالوں کو بھی
ذکر کیا ہے خاص کی فصل میں۔ مصنف فرماتے ہیں میں نے
بعض پر زیادتی کو نسخ کی فصل میں ذکر کیا لیکن میں نے
دو مسئلوں کو کلی طور پر ترک کر دیا طوالت کے خوف
کی وجہ سے وہ دو مسئلے ہیں۔ ۱ ھدم ۲
قطع مع ضمان۔

ھدم کا مطلب ہے۔ دو طلاقوں کے بعد اگر عورت دوسرے
شوہر سے شادی کرلے تو اگر پہلے شوہر کے پاس

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دوبارہ آئے تو شوہر اول کو امام صاحب کے نزدیک دوبارہ تین طلاقوں کا اختیار ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک ایک طلاق کا اختیار ہوگا۔

فرع سوم ضمان: یعنی امام صاحب کے نزدیک اگر کسی نے دس دراہم سے زیادہ چرا لئے تو اگر مال ہلاک ہوگیا تو قطع ہاتھ کاٹا گیا ہو تو ضمان نہیں ہوگا۔ جبکہ امام شافعی کے نزدیک ساتھ میں ضمان بھی دینا ہوگا۔

سوال: عام کے حکم میں ائمہ کا اختلاف بتائیں نیز ان کے دلائل لکھیں؟

جواب: بعض کے نزدیک عام کا حکم یہ ہے کہ اس پر توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ اس پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔

دلیل نمبر 1۔

عام مجمل ہے جمع کے اعداد کے مختلف ہونے کی وجہ سے لہٰذا اس پر توقف کیا جائے گا دلیل قائم ہونے تک کیونکہ جمع قلت میں تین سے لے کر دس تک ہر عدد کو مراد لیا جا سکتا ہے۔ اور جمع کثرت میں دس سے لے کر لامتناہی تک تمام اعداد کو مراد لیا جا سکتا ہے جیسے جب کہا لزید علی افلس (مجھ پر زید کے پیسے ہیں) تو صحیح ہے تین سے دس تک کسی عدد کو بیان کرنا۔ تو یہ لفظ افلس مجمل ہے۔ لہٰذا اس کے لیے دلیل تک توقف ہوگا۔

دلیل نمبر 2۔

عام کو کل یا اجمع سے موکد کیا جاتا ہے اگر عام تمام کو مستغرق ہو تو پھر کل، اجمع کو لانے کی

کیا جاتا ہے۔

دلیل نمبر 3۔

کبھی جمع کو ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے واحد مراد

لیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: الذین قال لھم

الناس ان الناس قد جمعوا لکم۔

اس آیت میں پہلے الناس سے مراد نعیم بن مسعود

اعرابی ہے۔ اور دوسرے الناس سے مراد اہل مکہ ہیں۔

دوسرا موقف۔

دیگر بعض کے نزدیک عام سے ادنیٰ ثابت ہو گا یعنی

جمع کی صورت میں تین اور عام غیر جمع جیسے اسم جمع کی صورت

میں واحد ثابت ہو گا کیونکہ یہ یقینی ہے۔

دلیل۔

اگر کسی نے کہا فلاں کے مجھ پر دراہم ہیں

تو بالاتفاق سب کے نزدیک تین ثابت ہوں گے لہٰذا

عام میں ادنیٰ ثابت ہو گا۔

دلیل کا رد۔

ہم کہتے ہیں یہ تین اس وجہ سے ثابت ہو گا

کیونکہ دراہم جمع کثرت ہے تو اس میں عموم غیر ممکن ہے لہٰذا

عموم کا انتفاء ہو گیا ہے۔ تو اخص الخصوص ثابت ہو جائے

گا یعنی تین ثابت ہو جائے گا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سوال: احناف اور شوافع کا موقف عام کے حکم میں تحریر کریں؟۔

جواب: احناف اور شوافع کے نزدیک عام کا حکم کل میں ثابت ہو گا۔ مثال کے طور پر "جاءنی القوم" تو آنے کا حکم قوم کے ہر ہر فرد کو شامل ہو گا۔ کیونکہ مقصود معنی عموم ہے تو ضروری ہے کہ لفظ موضوع لہ اس پر دلالت کرے گا۔ بے شک کلام میں جو معانی ہوتے ہیں پھر ان کے لیے الفاظ کو وضع کیا جاتا ہے۔

مثال۔

جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" اس آیت سے دو بہنوں کو وطی میں جمع کرنے کے حلال ہونے کے بارے میں فرمایا۔

عموم کی وجہ سے جائز ہے کہ دو بہنوں کو وطی میں جمع کرنا اس کے علاوہ جو کہ لونڈیاں ہوں۔ لیکن اس کو "وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ" اس کی کی وجہ سے دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہو گیا۔ کیونکہ یہ آیت دو بہنوں کو جمع کرنے میں حرمت کو ثابت کرتی ہے برابر ہے کہ وہ جمع کرنا بطور نکاح ہو یا بطور وطی ملک الیمین۔

اب ایک آیت سے حلت ثابت ہوئی اور ایک سے حرمت تو محرم راجح ہو گی کیونکہ محرم مبیح پر راجح ہو گی۔

سوال: عام کی بحث کے تحت مذکور مثال ثانی مع اختلاف
ابن مسعود و علی رضی اللہ عنہما تحریر کریں؟

جواب۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے "واولات الاحمال" کے عموم پر عمل کرتے ہوئے اس آیت کو "والذین یتوفون منکم" کے لیے ناسخ بنایا ہے اور وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کے لیے عدت وضع حمل قرار دیا ہے۔

جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا ہے اور اور فرمایا جبکہ ایسی عورت دو عدتوں میں سے دور کی عدت شمار کرے۔ دونوں آیتوں میں تطبیق دیتے ہوئے

جبکہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔ "اولات الاحمال" یہ آیت سورہ نساء قصرہ کی ہے اور "والذین یتوفون منکم" یہ آیت سورہ نساء طولی (یعنی سورہ بقرہ) کی ہے۔ تو سورہ نساء قصرہ۔ طولی کے بعد نازل ہوئی ہے۔

"والذین یتوفون منکم" یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ عورت حاملہ ہو یا نہ ہو جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت چارہ دس دن ہے

اور "اولات الاحمال" یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ عورت اگر حاملہ ہو برابر ہے کہ اس کا شوہر فوت ہو یا طلاق ہو ہر صورت وضع حمل عدت ہوگی۔ تو "اولات الاحمال" کی یہ آیت دوسری آیت کو منسوخ کر دے گی

ان دو آیتوں اور دو پہلی والی مثالوں میں مذکور آیتوں سے ابن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ان کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ گویا عام کل میں حکم کو ثابت کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

سوال: عام کی تخصیص میں امام شافعی اور احناف کا موقف مع دلیل تحریر کریں؟

جواب: امام شافعی علیہ رحمہ کے نزدیک عام وہ دلیل ہے جس میں شبہ ہے تو اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس کے ساتھ جائز ہے۔ یعنی کتاب اللہ کے عام کی تخصیص خبر واحد اور قیاس کے ساتھ جائز ہے۔

دلیل۔ کیونکہ ہر عام تخصیص کا احتمال رکھتا ہے اور یہ تخصیص عام میں شائع ہے۔

عند الاحناف۔

احناف کے نزدیک عام قطعی ہے۔ خاص کے مساوی ہے۔ اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس کے ساتھ جائز نہیں۔ مگر قطعی (قرآن) کے ساتھ خاص کرنا جائز ہے۔

دلیل۔ لفظ کو جب کسی معنی کے لیے وضع کیا تو لفظ کے لیے یہ معنی لازم ہو جائے گا۔ مگر جب اس کے خلاف پر کوئی قرینہ دلالت کر رہا ہو تو پھر دوسرا معنی مراد لیے سکتے۔

اگر بغیر قرینہ کے دوسرے معنی میں مراد لینے کی اجازت دے دی جائے تو ضرور شریعت اور لغت سے امان اٹھ جائے گا۔ کیونکہ شریعت میں اکثر طور پر خطاب عام ہے۔

اور تخصیص کا وہ احتمال جو دلیل سے پیدا

ہونے والا نہ ہو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔
بہر حال عام میں خصوص کا احتمال ایسا ہے جیسے خاص میں مجاز کا احتمال ہوتا ہے۔ بہر حال (محل۔ اجمع) کی تاکید عام کو محکم (دنجنہ) کر دیتی ہے۔
بہر حال وہ حضرات جو عام پر توقف کے قائل ہیں محل اور اجمع کے سبب اور امام شافعی جو کہ تخصیص کے احتمال کے قائل ہیں۔ ہم ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ عام میں اصلاً احتمال نہیں
بہر حال جو تخصیص کا احتمال ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے خاص میں مجاز کا احتمال ہوتا ہے۔ تو جب عام کو مؤکد کر دیا جائے تو یہ محکم بن جاتا ہے اور اس میں اصلاً ہی احتمال نہیں۔ نہ ہی دلیل سے پیدا ہونے والا اور نہ ہی دلیل سے نہ پیدا ہونے والا۔

سوال عام اور خاص کے قطعی ہونے میں مساوی ہونے پر وارد ہونے والا اعتراض مع جواب لکھیں؟۔

جواب اعتراض
آپ کا یہ کہنا کہ عام قطعی ہونے میں خاص کے مساوی ہے یہ درست نہیں کیونکہ خاص میں فقط مجاز کا احتمال ہے جبکہ عام میں مجاز کے احتمال کے ساتھ تخصیص کا احتمال بھی ہے۔ تو اب خاص میں ایک احتمال ہے جبکہ

عام میں دو احتمال ہیں لحاظ خاص عام سے راجح ہو گا۔ تو خاص نص کی طرح ہو گا اور عام ظاہر کی طرح۔

جواب:

جب عام کو تمام افراد کے لیے وضع کیا گیا ہے تو ان میں بعض افراد کو مراد لینا اور بعض کو مراد نہ لینا یہ لفظ کی بقا مجاز ہے۔ اور مجاز کے احتمالات کا کثیر ہونا یہ وجہ ترجیح نہیں بن سکتا۔

مثلاً لفظ خاص کے لیے ایک مجازی معنی ہو جبکہ دوسرا لفظ خاص اس کے دو مجازی معنی ہوں یا زیادہ ہوں اور مجاز کے لیے کوئی قرینہ بھی نہ پایا جا رہا ہو تو پھر بھی یہ دونوں الفاظ معنی حقیقی پر عمل کرنے میں مساوی ہوں گے بغیر اول کو ثانی پر ترجیح دیئے۔ تو اس سے معلوم ہوا مجاز کا ایک احتمال جس کے لیے کوئی قرینہ نہ ہو یہ ان مجازات کے مساوی ہو گا جن کے کثیر احتمالات ہوں بغیر قرینہ کے۔

سوال: عام کی تخصیص نہ ماننے پر دیگر بحث ذکر کریں؟

جواب: مصنف فرماتے ہیں ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ تخصیص جو عام میں شبہ پیدا کرتی ہے وہ بغیر کسی قرینہ کے جاری ہونے والی ہے۔

کیونکہ مخصص یا تو عقل ہوگی یا کلام۔

اگر مخصص عقل ہو تو یہ استثناء کے حکم میں ہوگی۔ اور شبہ پیدا نہیں کرے گا۔ کیونکہ ہر وہ چیز جس کے غیر داخل ہونے کو عقل ثابت کرے تو وہ داخل نہیں ہوگی۔ تو اس کے علاوہ تمام عام کے تحت داخل ہوگا عام کی تخصیص نہیں ہوگی۔

اور اگر مخصص کلام ہو تو اگر عام سے منفصل ہوگا تو وہ مخصص نہیں بلکہ ناسخ کہلائے گا۔

اور اگر کلام متصل ہو تو یہ متصل ہونا قلیل ہوتا ہے۔ لہٰذا عام میں تخصیص نہیں ہوگی بغیر قرینہ کے۔

س74 اگر خاص اور عام میں تعارض ہو تو پھر کس پر عمل ہوگا؟

جواب۔ اگر خاص اور عام میں تعارض ہو تو اگر تاریخ معلوم نہ ہو کہ پہلے خاص آیا ہے یا عام تو مقارنہ پر محمول کیا جائے گا۔ (یعنی ایسی صورت کہ دونوں پر عمل ہو جائے کہ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ایک ناسخ ہوگا دوسرا منسوخ لیکن ہمیں ناسخ منسوخ کا علم معلوم نہیں تو اس کو مقارنہ پر محمول کریں گے نہیں تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گا۔

جبکہ امام شافعی علیہ رحمہ کے نزدیک عام خاص کے ذریعے خاص ہو جائے گا۔ اور ہمارے نزدیک جس مقدار کو دونوں (عام۔خاص) شامل ہیں وہ مقدار ثابت ہوگی (یعنی خاص سے مراد جو افراد ہیں عام

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سے مراد وہ افراد ہیں جو کہ دونوں میں شامل ہیں
لحاظ سے ثابت ہوگا کہ
اگر عام خاص سے مؤخر ہو تو عام خاص کو باطل کر دے گا۔ اور اگر خاص مؤخر ہو تو اگر عام کے ساتھ متصل ہو تو عام کو خاص کر دے گا۔ اور اگر منفصل ہو تو اس مقدار میں جس میں عام اور خاص شامل ہیں اس میں عام منسوخ ہو جائے گا۔ خاص عام کو کلی طور پر منسوخ کرنے والا نہیں ہوگا بلکہ فقط جس مقدار میں دونوں شامل ہیں۔ باقی مقدار میں عام مخصوص نہیں ہوگا بلکہ قطعی ہوگا۔ عام مخصوص البعض کی طرح نہیں ہوگا۔

س 75: عام کے بعض پر منحصر ہونے کے اسباب لکھیں؟

ج۔ عام کا ان بعض پر منحصر ہونا جن کو عام شامل ہے
I یا غیر مستقل کے سبب ہوگا۔ II یا مستقل کے سبب
I غیر مستقل یعنی وہ کلام جس کا تعلق صدر کلام کے ساتھ ہو وہ بنفسہ تام نہ ہو بلکہ ما قبل کا محتاج ہو۔
II مستقل۔ جس کا تعلق صدر کلام کے ساتھ نہ ہو کر وہ کلام ہو یا اس کے علاوہ اور کوئی۔
غیر مستقل چار چیزیں ہیں۔
I استثناء II شرط III صفت IV غایہ۔
I استثناء عام کو اس کے بعض افراد پر منحصر ہونے کو ثابت کرتا ہے۔
II شرط صدر کلام کو بعض تقادیر پر منحصر ہونے کو ثابت کرتی ہے جیسے۔ انتِ طالقٌ ان دخلتِ الدار = انتِ طالق عام

تھا اس کو گھر جانے پر منحصر کر دیا۔

iii صفت جس میں پائی جاتی ہے اس کو منحصر کرنے کو ثابت کی ہے
جیسے: الابل السائمۃ = ابل عام تھا۔ اس میں سائمۃ وصف نے ابل
کی تبدیل لگا کر زکوٰۃ میں فقط سائمۃ کو متعین کر دیا۔

iv غایہ ان بعض کے ہیے قصر کو ثابت کرتی ہے جس کے لیے
اس غایت کو جزء بنایا گیا ہو۔ جیسے: فاغسلوا وجوھکم
وایدیکم الی المرافق = الی المرافق اس غایت کے ساتھ
ایدیکم عام کو مرافق تک منحصر کر دیا ہے۔
اور غایت ایسی بھی قصر کو ثابت کرتی ہے جہاں تک عام کی
انتہاء ہو۔ جیسے: اتموا الصیام الی اللیل۔

قصر بالمستقل۔

قصر بالمستقل یہ مخصص ہے۔ مخصص یا
تو کلام کے ساتھ ہوگی یا غیر کلام کے ساتھ۔ غیر کلام یا تو
i عقل ہے۔ جیسے: خالق کل شیء = یعنی اللہ ہر شئی کو پیدا کرنے
والا ہے۔ تو اس عام سے اللہ تعالیٰ کی ذات عقل کی وجہ سے
نکل جائے گی = اور بچوں اور مجنون کا خطاب الشرع (یعنی
اقیموا الصلوٰۃ۔ وغیرہ) سے نکلنا عقل کے سبب ہے۔
ii یا حس ہے۔ جیسے: اوتیت من کل شیء۔ [یعنی ہدہد نے
ملکہ بلقیس کے بارے میں کہا تھا۔ اس سے مراد نظام حکومت
کی تمام اشیاء دی گئی ہیں اس کو دیکھنے کے بعد اس نے بتایا
تھا۔

iii یا عادت تخصیص کرے گی = جیسے کسی نے قسم کھائی کہ لا یاکل
رأساً = اس سے مراد عرف میں جس کو سری کہا جاتا ہے

وہ ہوگی نہ کہ حشرات و مچھروں کی ۔

ii یا تو عام کے بعض افراد کے ناقص ہونے کی وجہ سے (عام کی تخصیص ہوگی) تو لفظ بعض دوسرے افراد سے زیادہ اولیٰ ہوسکتا (زیادہ عام ہوگا) جیسے کسی نے کہا کل مملوک لی فھو حر ۔ تو مکاتب آزاد نہیں ہوگا کیونکہ مکاتب میں ملکیت کم ہے۔ لہذا اس کی تخصیص ہو جائے گی۔ اس کو مشکک بھی کہتے ہیں ۔

iii یا عام کے بعض افراد کا زیادہ ہونا یہ تخصیص کرے گا جیسے کسی نے کہا کہ فاکہہ کھانے کی قسم کھائی تو انگور کھانے سے حانث نہ ہوگا [کیونکہ فاکہہ وہ پھل جس کو لذت کے لیے کھایا جاتا ہو جبکہ اہل عرب کے نزدیک عنب اس میں شامل نہیں کیونکہ اس کو بطور غذا استعمال کیا جاتا ہے۔

س قصر عام اگر غیر مستقل سے ہو تو اس صورت میں عام کا باقی افراد میں حقیقت ہونے کی وضاحت کریں

ج قصر عام اگر غیر مستقل سے ہو تو باقی میں عام حقیقۃً ہوسکتا مجازاً نہیں ہوگا۔

کیونکہ جس لفظ سے استثناء کیا ہے واضع نے اس لفظ کو باقی افراد کے لیے وضع کیا ہے تو عام باقی میں بلا شبہ حجت ہوگا اگر استثناء معلوم ہو اور اگر استثناء مجہول ہو تو پھر نہیں بنے گا۔

77
س: قصر عام اگر مستقل کے ساتھ ہو تو پھر عام حقیقت ہو گا یا مجاز؟ وضاحت کریں؟

ج۔ قصر عام اگر مستقل کے ساتھ ہو تو برابر ہے کہ مخصص مستقل کلام ہو یا غیر کلام تو اسے تخصیص کہیں گے تو اس صورت میں عام مجاز ہو گا باقی میں یا حقیقت ہو گا۔

i۔ مجاز اس اعتبار سے ہو گا اسم کل کا اطلاق بعض پر کرنا اس حیثیت سے کہ عام باقی میں مقصور ہے۔

ii۔ اور لفظ عام باقی کو شامل ہونے کی وجہ سے حقیقت ہو گا۔ تو اس صورت میں عام حجت ہو گا اسی اعتبار سے کہ اس میں شبہ بھی ہے: برابر ہے کہ مخصص کلام ہو یا غیر کلام۔

کیونکہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ عام جس کو مستقل کے ساتھ خاص کیا ہو وہ دلیل ہے جس میں شبہ ہے۔ اور مخصص کلام ہو یا غیر کلام اس میں انہوں نے فرق نہیں کیا۔

78
س: عام کے قطعی ہونے اور دلیل میں شبہ ہونے کے اعتبار سے علماء احناف اور مصنف کا مؤقف لکھیں؟

ج۔ بے شک ہمارے علماء نے کہا ہے کہ وہ عام جس کی تخصیص مستقل کے ساتھ ہو وہ عام ایسا دلیل

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ہے جس میں شبہ ہے۔ برابر ہے کہ مخصص کلام ہو یا غیر کلام۔

مصنف کا موقف

آپ کے نزدیک مخصص بالعقل یہ قطعی دلیل ہے کیونکہ یہ استثناء کے حکم میں ہے۔ لیکن استثناء کو حذف کیا اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ یہ اس سے خارج ہے (عقلی طور پر) جیسے ہم نہیں کہتے بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: "یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ" اور اس جیسے دیگر مثالیں۔ اھ یہ ایسی دلیل ہے جس میں شبہ ہے۔ (حالانکہ بچے اور مجنوں اس سے نکل جائیں گے) اس میں یہ وہم نہیں کیا جائے گا کہ یہ ایسی دلیل ہے جس میں شبہ ہے نہیں فرا کفر میں جو خطاب ہیں ان کے انکار سے آجائے گا کفر ہو جائے گا۔ تو معلوم ہوا مخصص بالعقل سے دلیل میں شبہ نہیں ہوگا۔ تو جس کو عقل خاص کر دے گی وہ خاص ہو جائے گا جیسے خاص نہیں کرے گی نہیں ہوگا۔

س 79: علامہ کرخی کے نزدیک عام کے مخصوص بالکلام ہونے کی صورت میں حجت ہونے یا نہ ہونے پر موقف لکھیں؟

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جواب: علامہ کرخی علیہ الرحمہ کے نزدیک عام اگر مخصوص بالکلام ہو تو مخصوص اگرچہ معلوم ہو یا مجہول ہو ہر صورت میں عام اصلاً حجت نہیں رہے گا۔ جیسے "اقتلوا المشرکین" اس کی تخصیص ہوئی "وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ" سے ہوئی۔

اور اگر مخصوص مجہول ہو تو ہر صورت میں عام حجت نہیں بنے گا جیسے۔ دلیل اس سے "واحل اللہ البیع" اس میں تخصیص ہوئی۔

اگر تخصیص مجہول ہو تو باقی جو بچے گا وہ بھی مجہول ہی ہوگا کیونکہ تخصیص استثناء کی طرح ہے۔ یعنی تخصیص بیان کرتی ہے کہ مخصوص عام کے تحت داخل نہ ہوگا جیسے استثنا یہ بیان کرتا ہے کہ مستثنیٰ صدر کلام کے تحت داخل نہ ہوگا۔

اور استثنا اگر مجہول ہو تو صدر کلام میں جو باقی بچے گا وہ بھی مجہول ہوگا تو اس سے حکم ثابت نہ ہوگا۔

اگر مخصوص معلوم ہو تو یہ بات ظاہر ہے کہ وہ علت بنے گا کیونکہ وہ ایک مستقل کلام ہے۔ کیونکہ نصوص میں اصل علت ہوتی ہے۔ تو علت کی وجہ سے یہ معلوم نہ ہوگا کہ کتنے افراد نکلے ہیں۔ تو بس جو باقی ہیں گے وہ مجہول ہوں گے۔

س 85: علامہ کرخی کے بعد دوسرے بعض کا عام کے مخصوص بالکلام ہونے کی صورت میں حجت بننے یا نہ بننے میں موقف تحریر کریں؟

ج: بعض حضرات کے نزدیک اگر مخصوص بالکلام معلوم ہو تو عام مخصوص کے علاوہ میں ایسے ہوگا جیسے استثناء یعنی مخصوص بیان کرے گا کہ وہ عام میں داخل نہیں ہے

تو وہ اس صورت میں علت کو قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ
استثنا علت کو قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ غیر مستقل ہے
تو استثنا کی صورت میں عام باقی میں حجت بنے گا ایسے
ہی تخصیص بھی۔

اور اگر مخصوص بالکلام مجہول ہو تو عام باقی میں
حجت نہیں بنے گا کیونکہ تخصیص استثناء کی طرح
ہے تو استثناء مجہول باقی کو مجہول بنا دیتا ہے۔ تو ایسے ہی
عام بھی باقی میں حجت نہیں بنے گا

س: دیگر بعض کا موقف تحریر کریں؟

ج: دیگر بعض کے نزدیک اگرچہ مخصوص بالکلام معلوم ہو پھر
بھی عام باقی میں حجت نہیں بنے گا۔ کیونکہ عام تخصیص کے
بعد ایسے ہی رہے گا جیسے پہلے تھا۔

اور اگر مجہول ہو تو مخصوص ساقط ہو جائے گا
کیونکہ وہ مستقل کلام ہے برخلاف استثناء کے۔

جب مخصوص مستقل کلام ہو اور اس کا معنی مجہول ہو تو وہ
کنفسہ ساقط ہو جائے گا تو اس کی جہالت صدر کلام کی
طرف منتقل نہیں ہوگی برخلاف استثنا کے کیونکہ وہ
غیر مستقل ہے بنفسہ بلکہ وہ صدر کلام کی طرف متعلق
ہوگا تو اس کی جہالت بھی صدر کلام کی طرف متعدی ہوگی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner